U61041

Date. 6-1-10

itle — SHAFA'AAI YAUMI JAZA YAANI A'AMMA'I HUDA.

ater — Sayyed Azhaar Hussain

blisher — Matba Yusufi (Delhi).

ate — 1935.

ges — 80.

ubjects —

فہرست مضامین

اعلان

اس رسالہ میں بہت موقعوں پر رسالہ آل و اصحاب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ہر تحقیقی ذوق رکھنے والے حضرات کو مناسب ہے کہ رسالہ آل و اصحاب کو طلب کر کے ضرور ملاحظہ فرماویں۔ نہایت محظوظ ہونگے چنانچہ بعض اخباروں کی رائے اس کے متعلق ہدیہ ناظرین کیجاتی ہے۔

سہیل یمن جلد ۸ عدد ۲ و ۳ ص ۸ میں یوں لکھتا ہے۔ کتاب آل و اصحاب مجھے بغرض تبصرہ وصول ہوئی۔ افسوس ہے کہ عدم گنجائش سے میں اس پر اس طرح کا تبصرہ نہ کرسکوں گا جیسا کہ میرا دل چاہتا ہے۔ جناب مصنف نے نہایت مصلح کن پیرایہ میں عالم اسلام کو اتحاد کی دعوت دیتے ہوئے راہ حق کا منظر پیش نظر کردیا ہے اور آل و اصحاب کا حقیقی فرق بتلاتے ہوئے آیات قرآنی سے بغیر کسی تعصب مذہبی کے دلائل و براہین پیش فرمائے ہیں۔ ہر ہر واقعہ پر ایک ایک سیر حاصل بحث نئی روشنی کی ضیا میں کی ہے۔ ادبی نکات۔ تاریخی واقعات۔ شرحی بیانات اور تفسیری نکات و تحقیقات سے کام لیتے ہوئے مراتب آل رسول و اصحاب رسول کو ظاہر فرمادیا ہے یوں کہ جادہ حق پر دلائل کی بجلیاں تڑپتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ . . . . . غرضکہ کتاب اپنی متانت بیان و حجیت میں اپنی آپ ہی نظیر ہے اور اپنی ہر فرد سے التجا کرونگا کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرے۔

سرفراز لکھنؤ مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۳۴ء کا تبصرہ:۔ یہ گرانقدر تالیف جناب مولوی سید اظہار حسین صاحب بی اے۔ کے وسیع النظر جہاندیدہ اور سر برآوردہ بزرگ کی مذہب پرستی اور دقیقہ سنجی کا ایک خوشگوار نتیجہ ہے۔ اس تالیف کا موضوع کوئی سطحی مبحث مناظرہ نہیں ہے بلکہ اس میں تواریخ اسلامی کی کثیر تحقیقات درج کی گئی ہیں اس کتاب میں یہ دکھلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ خداوند عالم اپنے کلام پاک میں اپنے رسول اکرم اور ان کے آل و اصحاب کیلئے کیا فرماتا ہے اور قرآن مجید کے مطابق آل اطہار کا پایہ کیا ہے اور اصحاب کس مرتبہ پر فائز ہیں اور ان تمام حقائق کی موجودگی میں امت پر کس کی پیروی اور کس حد تک پیروی فرض ہے۔ . . . . . کتاب مجموعی حیثیت سے کثیر حقائق و معلومات کی حامل ہے اور بہت سے شکوک و شبہات کی مبطل ہے۔ اس تالیف کے تفصیلی تبصرہ کیلئے وقت اور صفحات درکار ہیں اس لئے ہم یہاں پر اس مختصر سے تعارفی نوٹ ہی پر اکتفا کرتے ہیں اور ناظرین سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو طلب کر کے ملاحظہ فرماویں کتاب کا حجم ۱۲۴ صفحے ہے قیمت صرف ۲ دو روپے۔ (عمار)۔ چونکہ مولف ممدوح عنقریب سفر عرب و مصر کا ارادہ رکھتے ہیں اسلئے یہ کتاب

دفتر رسالۂ اصلاح۔ کھجوہ ضلع سارن سے مل سکتی ہے

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمدؐ و آلہ الطیبین الطاہرین ط **امابعد**۔ واضح ہو کہ مذہب شیعہ کے اصول دین بلا اختلاف پانچ ہیں یعنی توحیدؔ۔ عدلؔ۔ نبوتؔ۔ امامتؔ۔ اور قیامتؔ۔ یہ امر بدیہی اور ناقابل انکار ہے کہ اگر مذہب حق قرآنی تعلیم کے موافق ہے اور زوائد و حاشیہ سے پاک و منزہ ہے تو اس کے اصولوں کا قرآن پاک میں صاف اور بدیہی ذکر بھی ہوگا جن کے قائم کرنے میں نہ خود تاویل سے کام لیا گیا ہے اور نہ دوسرے تاویل کرکے اُس اصول سے انکار کرسکتے ہیں۔ واقعاً اگر کسی مذہب میں ایسا اصول ہو جس کا قرآن پاک میں ذکر نہ ہو تو وہ ضرور زائد از دین ہے اور بدعت۔ اس معیار پر اگر کوئی مذہب شیعہ کو تولیگا تو ٹھیک پاویگا۔ ان پانچ اصولوں میں سے چار اصولوں میں کسی فرقہ اسلام نے اختلاف نہیں کیا ہے یعنی توحیدؔ۔ عدلؔ۔ نبوتؔ۔ اور قیامتؔ۔ توحیدؔ وہ اصول ہے جو قرآن پاک میں بے شمار موقعوں پر مذکور ہے اور اس کے خلاف شرک وغیرہ کی مذمت ہے اور اس میں دوسرے فرقے بھی اتفاق کرتے ہیں، یہانتک کہ غیر قوموں اور مذہبوں نے اس کو تسلیم کرلیا ہے کہ جیسی توحید پاک اور صاف اسلام میں ہے ویسی کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔ عدلؔ۔ اس اصول کا ذکر بھی قرآن پاک میں بہت جگہوں میں ہے کہ خداوند عالم کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ خود انصاف کا پابند ہے اور دوسروں کو انصاف کا حکم دیتا ہے اور ہر کام اس کا مشیئت اور مصلحت کے مطابق ہوتا ہے۔ نبوتؔ یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار

نبی گزرے ہیں جن کے اوّل حضرت آدمؑ اور آخر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں
اس میں بھی کسی فرقۂ اسلام کو اختلاف نہیں ہے اور محمد مصطفےٰ صلعم کی نبوت ایسی مسلم الثبوت
ہے کہ لفظ نبی کہا اور آپ اُس کے مقصود سمجھے گئے۔ **قیامت** یعنی ایک روز دنیا ختم ہوگی
کُل انسان زندہ کئے جاوینگے اور حساب و کتاب ہوگا۔ اسکا بھی ذکر قرآن پاک میں بہت جگہ آیا ہے
اور اس سے انکار کرنے والوں کی مذمت مذکور ہے اور وہ کافر کہے گئے ہیں۔ اسمیں بھی کل
اسلامی فرقے متفق ہیں۔ ان چار اصولوں کو قبول کرکے جوق جوق کفار اسلام میں داخل ہوئے
تاکہ ان کو دنیاوی آرام حاصل ہو جس کی خبر سورۃ النصر میں ہے اذا جاء نصر اللہ والفتح ۝
ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا ہ یعنی جب خدا کی مدد اور فتح حاصل ہوئی
تو تم نے لوگوں کو دیکھا کہ فوج کی فوج خدا کے دین میں داخل ہو رہے ہیں لیکن ایک اصول
جس میں اہل اسلام نے اختلاف کیا ہے وہ **امامت** ہے یعنی رسولخدا صلعم کے بعد آپ کے بارہ
خلیفہ ہونگے اول اُن کے حضرت علیؑ اور آخر ان کے حضرت امام مہدی آخر الزماں علیہم التحیۃ والثناء
اسلام کا ہر فرقہ رسولؐ کے بعد خلیفہ اور امام کا قائل ہے۔ لیکن دوسرے فرقے اس کو نہ اصول
مذہب قرار دیتے ہیں اور نہ اس سے صاف انکار کرتے ہیں اسکی خاص وجہ یہ ہے کہ جس دنیا کا
آرام نومسلموں کو اسلام میں داخل ہونیسے نصیب ہوا تھا وہ دنیا انکار امامت سے اور زیادہ
حاصل ہوتی ہوئی نظر آئی لہذا وہ فرقے منصوص من اللہ امام کو چھوڑ کر دوسروں کی امامت
وخلافت کو ماننے لگے اس لئے وہ لوگ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اس کا قرآن پاک میں ذکر تک
نہیں ہے۔ اور واقعی ہے بھی یہی کہ جن کو ان لوگوں نے خلیفہ اور امام تسلیم کیا ہے انکی امامت
وخلافت کے ذکر کے عوض ان کی مذمت قرآن پاک میں مذکور ہے (دیکھو میرا رسالہ آل و اصحاب)
لہذا مجبوراً اُن کو کہنا پڑتا ہے کہ خلافت اور امامت کا ذکر قرآن پاک میں نہیں ہے اور نہ یہ
اصول مذہب ہے حالانکہ جتنی آیتیں محمد مصطفےٰ کی رسالت کے متعلق ہیں اس سے کم آیتیں
امامت کے متعلق نہیں ہیں جس کے انکار سے بہت سی قرآن پاک کی آیتوں کی تکذیب ہوتی ہے

جن کے معنی وہ لوگ بگاڑتے ہیں اور رکیک تاویلیں کرتے ہیں۔ سب سے بُرا نتیجہ یہ ہے کہ جن حضرات کا ذکر اُن آیات میں ہے اُن کو وہ لوگ نہ پہچانتے ہیں اور نہ ان کی اطاعت کا اعتراف کرتے ہیں بلکہ اُن آیات کی مخالفت کرکے خدا کی رحمت اور لطف سے اپنے کو محروم کرتے ہیں۔ جیسا اس رسالہ میں واضح کیا جائیگا۔ اور کہنے کو یہ کہتے ہیں کہ امامت وخلافت مذہب کا اصول نہیں ہے اور پھر اس اصول کیلئے مناظرہ و مقاتلہ بھی کرتے ہیں غرض ایک امر حق سے انکار کرنیکے بعد اب وہ انکار ہی پر قائم رہتے ہیں اور نہ اقرار ہی کرتے ہیں اور پھر اُسکے لئے ایسا فساد کیا کہ دنیائے اسلام خون کے آنسو بہاتی ہے اور اہل اسلام معرض زوال میں پڑے ہوئے ہیں۔

رہا فرقۂ شیعہ اس کا اصول بارہ امام کا ایسا پختہ اور مضبوط ہے کہ یہ مذہب امامیہ بھی کہلاتا ہے اور اثنا عشری بھی کہلاتا ہے۔ لیکن ہمارے علماء و مناظر ہمہ دم حضرت علیؑ کی خلافت کو ثابت کرنے میں مشغول ہو گئے اور حضرت علیؑ اور خلفاء ثلثہ کے مقابل میں اپنے وقت اور تحریر کو صرف کر دیا۔ دوسرے ائمہ کا ذکر کیا تو ضمناً جناب علی مرتضیٰؑ کے ساتھ اور بارہ کا ذکر کیا تو احادیث سے۔ کہنے کو کلمہ حق کہا کہ ایک حجۃ خدا کا ہمہ وقت اور ہر زمانہ میں موجود رہنا ضروری ہے اور اس کی دلیل میں یہ کہہ دیا کہ عقلاً ایک حجۃ خدا کا رہنا واجب ہے جب ساری کائنات کو دیکھنے کے بعد بھی انسان اس کے خالق کے وجود سے انکار کر دیتا ہے اور مخلوق کو خدا تسلیم کرتا ہے تو جس ذات کو نہ وہ اسوقت دیکھتا ہے اور نہ اسکی کوئی علامت ہے اس کو کیا عقلاً مان سکتا ہے لیکن اہل اسلام کے منوانے کیلئے قرآنی اخبارات کافی ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ حجۃ خدا کے وجود کے متعلق جو آیات ہیں انکا ذکر نہیں کیا جاتا۔ یعنی ایک طرف مخالفین کو قرآن پاک میں ائمہ کا ذکر تک ہونے سے انکار ہے دوسری طرف ان کے متعلق جو آیات ہیں ان کا عدم ذکر اور ان سے عدم استدلال۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شیعوں کا بھی یہ غلط خیال ہو گیا ہے کہ ائمہ کے متعلق کوئی صاف آیت قرآن پاک میں نہیں ہے اور اکثر اپنے مخالفین کے اعتراض پر پہلو بدلنے لگتے ہیں چنانچہ میرے سامنے ایک صاحب کے سوالات رکھے ہوئے ہیں جن کا مطالبہ یہ ہے

کہ اگر آئمہ کی امامت اور خصوصاً آخر الزمانؑ کے وجود کا اعتقاد تکمیل ایمان کیلئے ضروری ہے تو
کم سے کم دو آیتیں ان کے متعلق ایسی پیش کرو جو ایسی صاف اور واضح ہوں جنکی نہ تاویل ہو سکے
اور نہ دوسرا معنیٰ بن سکے۔ اگر ہمارے ذاکرین وواعظین اور مناظرین ان آیات کا ذکر جو ائمہ اثنا
عشر کے متعلق ہیں ویسا ہی کیا کرتے جیسا کہ حضرت علیؑ کے متعلق آیات پر آیات پیش کرتے
ہیں تو ایسے سوال کی نوبت نہ آتی اور نہ کسی کو یہ غلط خیال پیدا ہوتا کہ قرآن میں حضرت علیؑ
کے علاوہ اور ائمہ کا ذکر نہیں ہے۔

لہذا میں واجب جانتا ہوں کہ اُن آیات کو یاد دلاؤں اور ذاکرین وواعظین کو
متوجہ کروں کہ موقع ومحل سے ان آیات کا ذکر برابر فرمایا کریں تاکہ غلط خیال دفع
ہو اور حق واضح وبیّن ہو۔

جن صاحب کے سوال کا ذکر کیا گیا ہے اُنھوں نے دو چار تمہیدی سوال کئے ہیں اس
کے بعد آئمہ کے متعلق سوال ہے۔ پس ممدوح کے سوالوں کے مطابق جواب عرض کرتا ہوں۔
جو خالی از دلچسپی نہیں ہیں۔ اور پھر جو اصل مقصود اس رسالہ کا ہے یعنی امامت کو منصوص
من اللہ ثابت کرنا وہ بھی حاصل ہے۔ واطلب توفیقی من اللہ

فرقہ بندی اسلام کے خلاف ہے

سائل:۔ قرآن پاک سورہ المائدہ رکوع ۱ میں خداوند عالم فرماتا ہے وَرَضِیتُ لَکُمُ
الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۔ یعنی تمہارے واسطے دین اسلام کو پسند کیا اور سورہ آل عمران رکوع ۹
میں فرماتا ہے وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ یعنی اور جو شخص اسلام
کے سوا کسی اور دین کی خواہش کرے تو اس کا وہ دین ہرگز قبول ہی نہیں کیا جائیگا۔ ان
آیات کی بنا پر میرا مذہب اسلام ہے اور میں مسلمان ہوں۔ میں کسی فرقہ سے تعلق نہیں رکھتا۔
کیونکہ میں فرقہ بندی کو پسند نہیں کرتا۔ اور فرقہ بندی روح اسلام کے خلاف ہے۔ لہذا ہم

لوگوں پر واجب ہے کہ رسولخدا صلعم کے زمانہ کے اسلام کی اشاعت میں جدوجہد کریں حضرتؐ کے زمانہ میں کوئی فرقہ نہ تھا سب مسلمان تھے اور سب کا مذہب اسلام تھا۔

الجواب:۔ اس میں شک نہیں کہ فرقہ بندی اسلام کے مقصد اور تعلیم کے خلاف ہے لیکن اس سے کیونکر انسان بچ سکتا ہے۔ اگر کچھ لوگ اصل اسلام سے علیحدہ ہو کر اپنے لئے غلط طریقہ قائم کر لیویں تو کیا یہ جائز ہو سکتا ہے کہ جو بر سر حق ہو وہ حق کو ترک کرکے اُن غلط کاروں کے ساتھ ہو جاوے تاکہ اسلام ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو۔ یہ کہنا ظاہرا بہت اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں کسی فرقہ سے تعلق نہیں رکھتا اور قبل میں بھی بعض لوگوں نے ایسا کیا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص سچے اسلام پر قائم رہ کر اُن کا بھی ساتھ دیوے جو غلط طریقہ قائم کرکے اس سے علیحدہ ہو گئے ہیں اور اپنے لئے ایک نیا فرقہ قائم کر لیا ہے۔ خود سائل کے سوال ہی میں ہے کہ جو شخص صحیح اسلام کے سوا کسی اور دین کی خواہش کریگا تو اسکا وہ دین ہرگز قبول نہیں کیا جاویگا۔ اور قرآن پاک اس طرح کے عمل کی بہت صاف لفظوں میں مذمت کرتا ہے سورہ النساء رکوع ۲۱۔ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ...... اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ یعنی منافق (کفر اور ایمان کے بیچ میں) ادھر میں پڑے جھول رہے ہیں نہ ان (مسلمانوں) کی طرف نہ ان (کافروں) کی طرف۔ اور جس کو خدا گمراہی میں چھوڑ دے تو اے رسولؐ تم اس کی کوئی سبیل نہیں کر سکتے ...... اس میں تو شک ہی نہیں ہے کہ منافقین جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوں گے اور اے رسولؐ تم وہاں اُن کا کوئی حمایتی بھی نہ پاؤ گے۔ مگر ہاں جن لوگوں نے توبہ کر لی اور اپنی حالت درست کر لی اور خدا سے لو لگا لی اور اپنے دین کو

خالص خدا کیلئے کرلیا، یہی لوگ مومنین کے ساتھ ہیں" اس حکم کی تعمیل میں ہم لوگوں کو چاہئے کہ سچے اسلام کے ساتھ ہو جاویں اور جس نے اپنے لئے مختلف طریقہ ایجاد کرکے فرقہ قائم کیا ہے اُن سے علیحدہ رہیں اور اس سے نہ ڈریں کہ دوسرے بھی ہم کو تفرقہ انداز کہیں گے کسی زمانہ میں اسلام فرقہ بندی سے محفوظ نہ تھا۔ خداوند عالم نے انسان کو اس قدر مختلف المزاج اور مختلف الفہم اور مختلف الخیال پیدا کیا ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی مسئلہ میں اتحاد اور اتفاق کلی قائم ہو سکے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ رسولِ خدا کے زمانہ میں اسلام میں اختلاف و افتراق نہ تھا درست نہیں ہے۔ خود قرآن پاک شاہد ہے کہ ابتدا ہی سے اسلام میں دو فرقے تھے ایک وہ جو خالص دل سے اللہ و رسولؐ پر ایمان رکھتا تھا اور کبھی کسی امر میں شک و شبہ نہیں کرتا تھا۔ دوسرا وہ جو ظاہرا اسلام میں داخل ہو گیا تھا لیکن ہمہ وقت اولٹے پیر پھر جانے کو تیار رہتا تھا۔ چنانچہ سورہ البقرہ رکوع ۱۷ میں ہے:۔ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ "یعنی اے رسول جس قبلہ کی طرف تم پہلے (سجدہ کرتے) تھے ہم نے اس کو صرف اس وجہ سے (قبلہ) قرار دیا تھا کہ (جب قبلہ بدلا جاوے تو) ہم ان لوگوں کو جو رسولؐ کی پیروی کرتے ہیں اُن لوگوں سے الگ دیکھ لیں جو اُلٹے پاؤں پھرتے ہیں"

ان فرقوں کا ذکر سورہ الحجرات رکوع ۲ میں یوں ہے قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۔ یعنی عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ اے رسول کہدو کہ تم ایمان نہیں لائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بلکہ کہو کہ اسلام لائے حالانکہ ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل بھی نہیں ہوا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مومن تو بس وہی ہیں جو خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے۔ پھر انھوں نے اس میں کبھی شک و شبہ

نہیں کیا اور اپنے مال سے اور جانوں سے خدا کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ سچے ہیں۔"

ان آیات سے اور بہت سی دوسری آیتوں سے یہ بالکل واضح ہے کہ اوائل اسلام ہی سے دو فرقے ہو گئے تھے ایک مومن دوسرے مسلم۔ مومن خالص وہ تھے جو اللہ اور رسولؐ پر سچا اعتقاد رکھتے تھے اور کبھی شک وشبہ ان کے دل میں نہیں پیدا ہوتا تھا۔ دوسرے مسلمان جو بمصالح دنیوی ظاہراً اسلام میں داخل ہوئے تھے لیکن رسولؐ کے قول وفعل میں شبہہ کیا کرتے تھے انھیں کے بارے میں سورہ آل عمران رکوع ۱۶ میں ہے:۔ مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ یعنی تم میں سے کچھ لوگ طالب دنیا ہیں اور کچھ لوگ طالب آخرت ہیں۔ چونکہ طالب دنیا کے مقاصد جداگانہ تھے کوئی جہاد کے متعلق رسولؐ سے اختلاف کرتا تھا تو کوئی تقسیم غنیمت میں جھگڑتا تھا تو کوئی احکام خلافت پر بگڑتا تھا۔ لہٰذا ان کا کوئی مستقل ایک گروہ نہ تھا بلکہ اپنے اپنے مقاصد اور ارادوں کے مطابق یہ فرقہ در فرقہ ہوتے جاتے تھے۔ اسی لئے رسولِ خدا نے فرمایا کہ آپ کی امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے جنمیں ایک ناجی ہوگا اور سب ناری۔ یہ حدیث قرآن پاک سورہ الانعام رکوع ۲۰ میں جو حکم ہے اُس کے مطابق ہے اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ یعنی جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور فرقہ در فرقہ ہو گئے تمہیں ان سے کوئی سروکار نہیں ہے۔"

اس آیہ کریمہ سے یقینی وہ لوگ مراد ہیں جو سچے اسلام کو چھوڑ کر اپنے لئے نئے نئے طریقے ایجاد کر کے فرقہ در فرقہ ہو گئے ہیں۔ لہٰذا میرے معزز سائل فرقوں کے وجود سے نہ انکار کر سکتے ہیں اور نہ چشم پوشی نہ صرف اس زمانہ میں بلکہ زمانہ رسولِ خدا میں اور سب مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان تہتر فرقوں کی جانچ کر کے جو فرقہ سچے اسلام پر قائم ہے اسمیں داخل ہو جاویں تاکہ مصداق وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا کے نہ بنیں اور خوشنودی خدا و رسول حاصل کر کے جنتی بنیں۔ اگر انسان قرآن کو صمیم دل سے سچا مانے اور اس کے

اعتماد اور بھروسہ کرے تو سچے اسلام کے حاصل کرنے میں نہ اسکو دقت ہوگی اور نہ شک وشبہ رہیگا اور جب سچا اسلام ہاتھ لگ جاوے تو جو لوگ بہک کر اس سے علیحدہ ہوگئے ہیں اور اپنے لئے غلط طریقہ اور فرقہ قائم کرلیا ہے ان کے اصلاح کی ہمیں کوشش کرنا چاہیئے اور اگر اصلاح ممکن نہ ہو تو اُن سے علیحدہ رہنا چاہیئے لیکن یہ کوئی مشورہ نہیں دیسکتا کہ یکجہتی قائم رکھنے کیلئے ہم بھی قرآن پاک کی مخالفت کرکے غلط کاروں کے ساتھ ہوجاویں۔ ایسا کرنے والوں کو سورہ النسار رکوع ۱۷ کی آیت سے ڈرنا چاہیئے وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ یعنی جو شخص راہ راست کے ظاہر ہونے کے بعد رسولؐ سے سرکشی کرے اور مومنین کے طریقہ کے سوا کسی اور راہ پر چلے تو جدھر وہ پھر گیا ہے ہم بھی اسکو اُدھر ہی پھیر دینگے اور آخر اُسے جہنم میں جھونک دینگے۔

خداوند عالم نے قرآن پاک میں بہت جگہ بتلا دیا ہے کہ کون سچا مومن ہے اور کون ظاہرا مسلمان ہے لیکن منافق اور تفرقہ انداز سبق نہیں حاصل کرتے اور فرقہ در فرقہ پیدا کئے چلے جاتے ہیں اور سچے مومن اور منافق میں تمیز نہیں کرتے بلکہ سچے مومن کو تفرقہ انداز متعصب وغیرہ کہکر ان کی طرف سے لوگوں کو متنفر کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جب خداوند عالم نے آیت پر آیت مومن اور منافق کی تمیز کیلئے نازل کیا ہے تو کسی سچے مسلمان کو کیسے انکار ہوسکتا ہے مثلاً سورہ العنکبوت رکوع ۱ میں خدا فرماتا ہے:۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ○ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ ۞ یعنی کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ صرف یہ کہدینے سے کہ ہم ایمان لائے چھوڑ دئے جاوینگے اور ان کا امتحان نہ لیا جاویگا۔ ہم نے تو اُن لوگوں کا امتحان لیا ہے جو ان سے پہلے گزر گئے۔ پس خدا ضرور سچوں کو اور جھوٹوں کو پہچنوا دیگا۔ اس ارشاد کے مطابق قرآن پاک میں بہت جگہ مومنین اور منافقین کے

امتحان اور اس کے نتیجہ کی خبر ہے جسکو تحقیق منظور ہو میرا رسالہ آل و اصحاب صفحہ ۷۴ تا ۸۶ ملاحظہ کرے پس اگر منافق اور مومن میں تمیز کرنے کو کوئی فرقہ بندی اور تفرقہ اندازی کہے تو سچے مومن کو جو قرآن پاک کا مطیع ہے چارہ ہی نہیں ہے کہ فرقہ بندی نہ کرے اور مومن اور منافق میں فرق نہ کرے۔ لہذا ہمارے معزز سائل کو فرقہ بندی اختیار ہی کرنا پڑیگا۔ اگر یہ قرآن کو بغور پڑھیں گے تو دیکھیں گے کہ سچا فرقہ کہیں صادقین کہیں صابرین کے خطاب سے موصوف کیا گیا ہے اور گمراہ فرقہ کہیں منافقین کہا گیا ہے کہیں کاذبین کہا گیا ہے اور کہیں ظالمین کہا گیا ہے کہیں مفسدین۔ قرآن پاک بہت واضح لفظوں میں ہمیں منافقین کا ساتھ دینے سے منع کرتا ہے اور فرماتا ہے لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ الخ یعنی کافروں اور منافقوں کا کہانہ مانو (سورہ الاحزاب رکوع ۶)۔ خداوند عالم نے صرف مومن اور منافق کا تذکرہ ہی کر کے نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ اُن کی سیرت اور عادت کو ایسا بیان فرما دیا ہے کہ اُن کی شناخت میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہ ہو۔ سچے مومن کے پیشوا۔ ہادی اور سردار کے متعلق ارشاد ہوتا ہے وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۖ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ یعنی ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو چونکہ انھوں نے صبر کیا پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے لوگوں کی ہدایت کرتے ہیں اور ہماری آیتوں کا یقین رکھتے ہیں (سورہ السجدہ رکوع ۳)۔ اس کے خلاف منافقوں کے گروہ کے سردار کا ذکر یوں ہے:۔ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ط یعنی منافقو کیا تم سے دور ہے کہ جب تم حاکم ہو تو روئے زمین پر فساد پھیلانے اور اپنے رشتے ناتے کو توڑنے لگو یہ وہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور ان کو بہرا اور آنکھوں کا اندھا کر دیا ہے (سورہ محمد رکوع ۳)

ان دونوں آیتوں کی تلاوت اور سمجھنے کے بعد کیا کسی کے دل میں شبہ رہ سکتا ہے کہ کون فرقہ ناجی ہے جن کے ہادی اور پیشوا کو خداوند عالم نے مقرر کیا ہے اور کون فرقہ

گمراہی میں ہے اور ان کو اپنا پیشوا اور ہادی بنائے ہوئے ہیں جن پر خداوند عالم لعنت کرتا ہے اور ان کو اندھا اور بہرا کر دیا ہے۔ ان آیتوں کی تلاوت کرنے سے دو صورتیں آنکھوں کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ایک ان کی جو اپنے حقوق سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ ہر طرح کے ظلم اور جور کو صبر اور استقلال کے ساتھ برداشت کرتے ہیں اور جب موقع ملتا ہے تو گمراہوں کی ہدایت فرماتے ہیں دوسری تصویر ان کی ہے جو گرجتے ہوئے برآمد ہوتے ہیں۔ ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں آگ و لکڑی۔ نہ ان کو خانۂ رسولخدا کا پاس ہے اور نہ کسی صحابی کی ان کے ہاں عزت و توقیر ہے۔ جس نے ہاں میں ہاں ملایا وہ مالا مال ہو گیا اور جس نے کچھ بھی مخالفت کی یا اعتراض کیا تہ تیغ کیا گیا۔ آگ میں جلا دیا گیا اور اس کا گھر بار لوٹ لیا گیا (تفصیل کیلئے دیکھو رسالہ آل و اصحاب ص۱۴۱-۱۴۶)

غرض قرآن پاک نے دونوں فرقوں کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ اور رسولخدا صلعم نے تو نام تک بتا دیا ہے کہ کون فرقہ ناجی اور کون فرقہ ناری ہیں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس امر کو شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی زبانی بیان کر دوں تاکہ مجھ پر بات بنانے کا الزام نہ ہو۔ (دیکھو تحفہ اثنا عشری ص۲) "شیعہ مخلصین من جمیع الوجوہ بحکم آیہ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ از شر ابلیس پر تلبیس محفوظ و مصئون مانند" ص۲ " دار قطنی از ام المومنین ام سلمہ روایت کند کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت و شیعتک فی الجنۃ یعنی فرمود رسولخدا صلعم مر علی را تو و تابعان تو در جنت اند" یعنی شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اپنی کتاب تحفہ اثنا عشری میں لکھتے ہیں کہ شیعہ مخلصین بحکم آیہ مبارکہ" خدا کے خاص بندوں پر شیطان کا دسترس نہیں ہے" ہر طرح سے مکار ابلیس کے فریب سے محفوظ ہیں اور دار قطنی نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ رسولخدا صلعم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ تم اور تمہارے پیرو و تابعدار جنت میں رہیں گے۔ اس اقرار کے بعد شاہ صاحب کو خوف ہوا کہ اگر ان کے مرید

اور ہم خیال اسکو صاف صاف دیکھیں گے اور سمجھیں گے تو پھر کوئی سُنّی باقی نہیں رہیگا ایک طرف ان کے مرید اُن سے علیحدہ ہو جاوینگے اور دوسری طرف بادشاہِ وقت کے انعامات سے محروم ہو جائینگے۔ لہذا اس صاف اور صریح حدیث پر حاشیہ چڑھایا۔ جس کے ذکر سے یہ مضمون طویل ہوگا لیکن جس کو منظور ہو وہ میرا رسالہ آل واصحاب صفحہ ۳۶۷ تا ۳۸۳ ملاحظہ کرے

صرف فرقہ حقہ کا نام رکھنے سے رسولخدا کا مقصد یہ تھا کہ دوسرے مذبذبین منافقین نافرمان وغیرہ سب اس فرقہ میں داخل ہو کر حضرت علیؑ کے مطیع وفرماں بردار بنے رہیں اور شیعہ علیؑ کہلائیں۔ اور اسلام میں تفرقہ نہ پڑے۔ لیکن یہ نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ رسولخدا صلعم کا آنکھ بند کرنا تھا کہ فرقہ منافقین آگ۔ لکڑی۔ تلوار وخنجر لئے ہوئے نکلا اور اول حملہ خود رسولخدا صلعم کے گھر پر کیا اور قرآن کی پیشین گوئی کی پوری تصدیق کر دی کہ "جب تم لوگ حکمراں بنوگے تو دنیا میں فساد کروگے۔ قطع رحم کروگے اور خدا تم پر لعنت کریگا"۔ حضرت ابوبکر دنیائے اسلام کے حکمراں بن گئے اور اس کے عوض کہ حضرت علیؑ کے تابع رہ کر شیعہ باقی رہیں وہ اور اُن کے ہواخواہ اس کے طالب ہوئے کہ حضرت علیؑ اپنے گھر سے نکلیں اور چل کر حضرت ابوبکر کی بیعۃ کریں۔ جب اس سے انکار ہوا تو آگ۔ لکڑی۔ تلوار لیکر آئے اور حضرت عمر نے قسم کھا کر کہا کہ اگر حضرت علیؑ نے جا کر حضرت ابوبکر کی بیعۃ نہ کی تو رسولخدا صلعم کے گھر کو مع ان کی بیٹی حضرت فاطمہؑ اور اولاد حسنؑ وحسینؑ کے جلا کر خاک کر دینگے۔ حضرت علیؑ نے اس خوف سے کہ اسلام کا نیا اور کمزور پودا کشت وخون میں پامال نہ ہو جائے اور لوگ پھر کفر کیطرف نہ پلٹ جاویں اپنی تلوار نیام میں کر لی۔ اور آپ کے مخالفین نے آپ کے گلے میں رسی باندھکر دربار خلافت میں لا کھڑا کیا۔ اس موقع پر دونوں فرقوں کی تصویر ملاحظہ ہو:۔

ایک وہ فرقہ جن کے امام وسردار بندھے ہوئے صبر واستقلال کے ساتھ دربار خلافت میں کھڑے ہیں اور دوسرا وہ فرقہ جن کے پیشوا وسردار ایسے شر وفساد کی بنیاد رکھتے ہیں جس سے اسلام بالآخر تباہ وبرباد ہوا۔

اس واقعہ سے منافقین کو یقین ہو گیا کہ حضرتؑ خلافت کیلئے تلوار نہیں کھینچیں گے اور
نبی ہاشم کی طرف سے مطمئن ہو گئے تو اُن عرب قبائل کیطرف متوجہ ہوئے جنھوں نے حضرت
ابو بکر کو خلافِ حکم و وصیت رسولخدا صلعم خلیفہ ماننے سے انکار کیا۔ جب خود رسول اللہ کا گھر
اُنکی نظروں میں کوئی وقعت نہیں رکھتا تھا تو پھر بیچارے دوسروں کی کیا حقیقت تھی۔ تاریخ
خمیس دیار بکری میں ہے کہ حضرت ابو بکر نے خالد ابن ولید کو لکھا کہ "اگر قبیلہ یمامہ پر فتح حاصل
کی تو کسی کو زندہ نہ چھوڑنا۔ زخمیوں کو قتل کرنا۔ فراریوں کو گرفتار کر کے انکو قتل کرنا اور جلا دینا خبردار
اس حکم سے عدول نہ ہو" اُسی تاریخ میں واقعات خلافت میں لکھا ہے "کہ جب خلافت کا لشکر بنی
حوازان اور بنی سلیم کے گھروں پر پہنچا تو کسی کا ہاتھ اور سر کاٹ ڈالا۔ کسی کو جلا دیا۔ کسی کو پتھروں
سے کچل دیا کسی کو پہاڑ پر سے لڑھکا کر ہلاک کیا اور کسی کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کیا اور خلیفہ کو
ان سب مظالم کی اطلاع دیگئی" فتح الباری میں ہے کہ "حضرت ابو بکر نے مدینہ میں فجاۃ اسلمی
صحابی کو کثیر صحابہ کے سامنے جلا کر مار ڈالا" کہاں تک خلافت کے شر و فساد کا ذکر کروں جس کو تحقیق
منظور ہو وہ فتح الباری۔ تاریخ خمیس۔ تاریخ طبری وغیرہ ملاحظہ کرے غرض جس تاریخ کو چاہو اسکو
دیکھو تو یہی نظر آویگا کہ ایک طرف حضرت علیؑ آپ کی اولاد اور آپ کے شیعہ ہر طرح کے ظلم و
مصائب کو صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے کسی کو حالت نماز میں شہید کیا کسی کو زہر کا پیالہ
پلایا۔ کسی کو کربلا گھیر کر مع عزیز و اصحاب شہید کیا۔ جب اس سے بھی پیٹ نہ بھرا تو اولاد علیؑ اور شیعہ
علیؑ کو بغداد کی دیواروں میں زندہ چن دیا۔ دوسری طرف ہر طرح کی مکاری۔ ظلم۔ جور۔ فسق و فجور
سے کام لیا جا رہا ہے۔ نہ خدا اور رسولؐ کا ڈر اور نہ انسان کی شرم۔
کیا اب بھی فرقہ حقہ اور فرقہ گمراہ کی تمیز میں کوئی شبہہ باقی رہ سکتا ہے۔ اگر قرآنی پیشینگوئی
ہے کہ اصحاب رسولؐ حکمران بنکر فساد کرینگے اور مورد لعن خداوندی ہونگے کوئی چشم پوشی
کرے اور تواریخی واقعات کو بھی نہ مانے تو موجودہ فرقہ بندی اور تفرقہ اندازی سے کیونکر کوئی
انکار کر سکتا ہے۔ خداوند عالم سورہ البقرہ رکوع ۱۵ میں فرماتا ہے وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ اِبرٰہیمَ

مُصَلًّی یعنی مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔ اس حکم کی مخالفت کرکے کسی فرقے نے اپنے لئے
دوسرا مصلے بنالیا ہے وہ بھی ایک نہیں بلکہ چار۔ شیعہ تو ابھی تک اسی مصلے ابراہیم پر قائم ہیں
نہ مصلے علوی بنایا ہے اور نہ مصلے جعفری۔ اور خداوند عالم کی پیشین گوئی کی تصدیق کر رہے ہیں کہ
مومن صادق خدا اور رسول پر ایمان لانیکے بعد نہ کبھی شبہہ کرتا ہے اور نہ عدول حکمی کرتا ہے۔ لہٰذا
جس کو رسول خدا کے وقت کے سچے اسلام کا پاس ہو اُسکو چاہیئے کہ وہ مذہب شیعہ میں داخل ہو جاوے
اور ان سے پرہیز کرے جو عدول حکمی کرکے فرقے در فرقے ہو گئے ہیں یہ فرقہ بندی کی فرمائش میری
نہیں ہے بلکہ یہ حکم خداوندی ہے۔ دیکھو سورہ آل عمران رکوع ۱۱۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ
جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔۔۔۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ
الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ یعنی تم سب کے سب ملکر خدا کی رسی مضبوطی
سے تھامے رہو اور فرقہ بندی نہ کرو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم ان لوگوں کے ایسے نہ ہونا جو فرقہ بندی کرتے
ہیں اور روشن دلیلیں آنے کے بعد بھی اختلاف پیدا کر دیا ایسے ہی لوگوں کے واسطے بڑا
عذاب ہے۔" اس سے واضح حکم کیا ہو سکتا ہے کہ مقام ابراہیم کو مصلے بناؤ۔ نہ اس حکم میں کسی
کو شک ہے اور نہ مقام ابراہیم میں کسی کو اختلاف ہے۔ ابھی تک خانہ کعبہ میں یہ مقام مشہور و
ممیز موجود ہے۔ پھر اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مصلے قائم کرکے فرقہ در فرقہ ہونا مومنیت کی
دلیل ہے یا منافق کی مصلے ابراہیم کو چھوڑ کر مختلف مصلوں کے قائم کرنے میں اہلسنت نے
یہود و نصاریٰ کی تقلید کی ہے اور مصداق سورہ البقرہ کے رکوع ۱۷ کی آیت کے ہیں وَمَا
بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ یعنی (انمیں خود آپس میں اختلاف ہے) کہ ایک دوسرے کے قبلہ
کو نہیں مانتے۔ اس خبر کے بعد خداوند عالم رسول کو اور مومنین کو تعلیم دیتا ہے وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ
اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۘ یعنی اگر علم ہونیکے
بعد بھی تم ان لوگوں کی ہوا پر چلوگے تو ضرور تم نافرمان ہو جاؤگے۔ پس معزز سائل کو چارہ نہیں
ہے کہ ان فرقوں سے پرہیز کریں جنھوں نے قرآن کی صریح مخالفت کرکے اپنے لئے دوسرے

مصلے قائم کرلئے ہیں اور ہوا و ہوس میں پڑکر آپس میں بھی ایسا اختلاف کیا ہے کہ ایکدوسرے کے مصلے سے انکار کرتے ہیں ان کو لازم ہے کہ فرقہ حقہ کے ساتھ ہوکر اس کی اشاعت و ترویج میں ہمہ تن کوشش کرکے مورد افضال الہی بنیں۔

سائل:- جہانتک میں نے کتابوں کو دیکھا ہے اور جہانتک سُنا ہے اس سے مجھکو یقین ہے کہ حضرت علیؑ سب سے پہلے خلافت کے مستحق تھے اور جن لوگوں نے آپ کو آپ کے حق سے محروم کیا ان سے خدا سمجھے گا لیکن ہم لوگوں کو مناسب نہیں ہے کہ موجودہ اہلسنت و جماعت سے نفرت کریں کیونکہ وہ سابقین کے کردار کے ذمّے دار نہیں ہیں۔

الجواب بہت خوب لیکن کون اہلسنت سے نفرت کرتا ہے اور کون اُنکو اُن واقعات کا ذمہ وار کہتا ہے جو صدیوں قبل گزر گئے ہیں۔ اہل سنت آپ اپنے دشمن ہیں اور شیعہ ہمیشہ اُنکی بہی خواہی کیا کرتے ہیں۔ واقعات گزشتہ کو نظر انداز کرکے زمانہ حال پر نظر کیجئے تو معلوم ہوگا کہ شیعہ ہی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو مسلمانوں ہی سے خرید و فروخت کرنا چاہئے اور قرآن پاک مسلمانوں کو غیر مسلم سے خرید و فروخت کو منع کرتا ہے لیکن بدقسمتی سے اہلسنت نہیں مانتے اور خود اپنی تجارت آپ خراب کر رہے ہیں اور غیر مسلم ہم سے منتفع ہوتے ہیں مسٹر گاندھی وغیرہ کی تعریف کی جاتی ہے کہ سدیشی کی تعلیم کی ہے تاکہ ہندوستان کا نفع ہو لیکن خداوند عالم نے جو مسلمانوں کو سدیشی کی تعلیم دی وہ بھول گئے اور پھر شیعہ ہی ان کو اس خدائی تعلیم کی یاددہانید کرتے ہیں تو کیا اس بنا پر یہ کہنا جائز ہے کہ شیعہ اہل سنت سے نفرت کرتے ہیں۔

شیعہ ہمیشہ اہل سنت کو اپنا بھائی جانتے ہیں اور ہمیشہ ان کی اصلاح میں کوشاں رہتے ہیں تاکہ وہ راہ راست پر آجاویں اور صراط مستقیم پر قائم ہوں۔ وہ نہ کسی سے نفرت کرتے ہیں اور نہ نفرت کا کوئی مسئلہ ہے۔ دنیا کو دیکھئے کہ کتنی قوموں میں منقسم ہے پھر ہر قوم میں کتنے مذہبی فرقے ہیں اور دنیاوی اور اقتصادی مسئلوں کے متعلق کتنی پارٹیاں ہیں۔ ہر ملک میں ہر ایک پارٹی کی یہی کوشش رہتی ہے کہ دوسری پارٹی والے اس کے ہم خیال ہوکر اس سے مل جاویں تاکہ اسکی

قوت روز بروز بڑھتی ہی جاوے۔ کیا یہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ مسٹر گاندھی ملک کے یا اُن کے جو اُن سے اتفاق نہیں کرتے دشمن ہیں؟ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ انگلستان میں مزدوروں کی پارٹی لبرل کی دشمن ہے یا کنزرویٹو کی دشمن ہے؟ یا ایک پارٹی دوسری پارٹی سے نفرت کرتی ہے؟ نہیں

تو پھر شیعوں پر کیا الزام ہے؟ انکا نکتہ نظر بہت عالی اور ارفع ہے ملکی اور تمدنی مسئلوں پر جھگڑنے کے عوض یہ قوم کو صرف قرآنی تعلیم کی طرف بُلاتے ہیں تاکہ خداوند عالم کی اطاعت کرکے دینی اور دنیوی فلاح حاصل کریں۔ یورپ خود بخود قرآنی تعلیم کی طرف مائل ہو رہا ہے اور اس کا گرویدہ ہوتا جاتا ہے تو کیا یہ شیعوں کیلئے جرم ہے کہ وہ اہلسنت کو قرآن کیطرف متوجہ کریں دیکھئے سورہ الممتحنہ رکوع ۲ میں خدا حکم دیتا ہے۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ کَمَا یَئِسَ الْکُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ یعنی اے ایماندارو جن لوگوں پر خدا غضب ناک ہوا ہے ان سے دوستی نہ کرو یا ان کو سردار مت مانو بیشک یہ لوگ آخرت سے ویسے ہی نا امید ہو گئے ہیں جیسے کفار قبر سے مُردوں کے اُٹھنے سے نا امید ہیں۔ اس آیہ کریمہ میں کفار سے مثال دینے سے یہ امر بدیہی ہے کہ دوستی اور اطاعت کی ممانعت کچھ مسلمانوں سے ہے جن سے خداوند عالم غضب ناک ہے۔ اب اگر کوئی شیعہ اس آیت کی طرف مخاطب کرکے کہے کہ ایسے مسلمانوں سے جنسے خدا غضبناک ہوا ہے پرہیز کیا جاوے تو اُس کا کیا قصور ہے۔ پھر پنج وقتہ نماز میں ہر مسلمان کہتا ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ یعنی "تو ہم کو سیدھی راہ کی ہدایت کر اُن کی راہ جنھیں تو نے نعمت عطا کی نہ ان کی راہ جن پر تو نے غضب ڈھایا اور نہ گمراہوں کی راہ" ایسی دعا مانگنے والوں سے اگر کوئی کہے کہ جس سے وہ محبت کرتے ہیں وہ مغضوب خدا ہیں وہ صراطِ مستقیم سے علیحدہ ہو گئے ہیں تو کیا قصور ہے۔ بس شیعہ یہی کرتے ہیں کہ جو ہدایت پانے کے بعد صراط مستقیم سے علیحدہ ہو گئے ہیں یا جن کو ہدایت اور قرآن کی خبر

نہ ہوا انکو خبردار کردیں اور قرآن کا راستہ اُن کے پیش نظر کردیں۔ ایسا کرنے سے نہ وہ اہلسنت سے نفرت کرنیوالے کہے جاسکتے ہیں اور نہ کافر ہے۔ ہاں اگر شیعوں کو نفرت ہے تو اُس مذہب اور اصول سے جو قرآن کے تحت میں آکر اُسکی تعلیم کی مخالفت کرتا ہے اور اُسکی تعلیم کو دنیا کے سامنے ایسی صورت میں پیش کرتا ہے کہ اسکی طرف مائل ہونیکے عوض اُس سے نفرت ہو۔ لہٰذا شیعوں کا یہ فرض ہے کہ قرآن پاک کی سچی تعلیم اہلسنت کے سامنے وساری دنیا کے سامنے پیش کرکے دنیا کو اس کی طرف مائل کریں تاکہ سب سچے دین کو قبول کرلیں اور دنیا میں اتحاد قائم ہو فرقہ بند کہلانیکے ڈر سے حق گوئی ترک کرنا خلاف خوشنودی خدا و رسولؐ ہے۔ ہمارے معزز سائل کے یہ تمہیدی سوال تھے جنکا جواب دیا گیا۔ اب اُن سوالونکا جواب عرض ہوتا ہے جو اس رسالہ کا موضوع ہے۔

کیا آخر الزمان کے غیبت کا اعتقاد آیہ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے خلاف ہے

سائل:۔ بارہ اماموں کا پتہ ونشان مجھکو تواریخ سے ملجاتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ بارہ امام کون کون تھے۔ لیکن جو بات میری سمجھ میں نہیں آتی وہ یہ ہے کہ یہ اعتقاد کہ بارہویں امام غائب ہوگئے اور ابھی تک زندہ ہیں کیوں واجب ہے۔ درآنحالیکہ قرآن فرماتا ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ یعنی ہر جان موت کا مزہ چکھے گی (سورہ آل عمران رکوع ۱۹)

الجواب:۔ آخر الزمان علیہ السلام کو زندہ ماننے سے یہ مقصود نہیں ہے کہ وہ حضرت ہمیشہ زندہ رہیں گے اور انکو موت نہ آویگی۔ فرشتے ہزاروں برس قبل ہمارے رسولؐ کے پیدا ہوئے اور ابھی تک زندہ ہیں اور خدائی احکام کی تعمیل کیا کرتے ہیں اور جبتک اس کی مرضی ہے زندہ رہیں گے اس اعتقاد سے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کی مخالفت نہیں ہوتی۔ سورہ الرحمٰن رکوع ۱ میں ہے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ یعنی جو کچھ زمین پر ہے سب فنا ہوگا۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ زمین پر ایسے درخت موجود ہیں جن کی عمر ہزاروں برس کی ہوئی۔ انگلستان میں ایک اوک کا درخت پانچہزار سال کا ہے اور گیا میں بودھ مندر کے متعلق ایک پیپل کا درخت تین ہزار

سال کا کہا جاتا ہے تو کیا ان درختوں کی طول عمری قرآنی آیت کے خلاف ہے۔ نہیں بلکہ
انکی عمر کتنی ہی ہو یہ سب ایک روز فنا ہونگے اور یہی خبر قرآن پاک میں ہے۔ صرف درخت ہی
کی عمر اسقدر نہیں ہوتی بلکہ جانوروں کی عمر بھی بہت زیادہ ہوتی ہے اخبار اسٹیٹسمین مورخہ
۱۰ جون ۱۹۳۴ء میں "جانوروں اور چڑیوں کی طول عمری" کے سرخی کے تحت میں حسب ذیل
مضمون ہے:۔ " جانوروں کی عمر کا صحیح اندازہ کرنا مشکل ہے جو قید میں رکھے جاتے ہیں انکی عمر
دریافت ہو سکتی ہے لیکن فطرتی حالت میں ان کی عمر یقینی زیادہ ہوگی۔ اسلئے قید بند جانوروں
کی عمر کے اندازے سے اُن کا قیاس نہیں ہو سکتا۔ کچھوے کی عمر سب سے زیادہ ہوتی ہے جو تین سو سے
چار سو برس تک زندہ رہتا ہے۔ اس کے بعد گھڑیال ہے جسکی عمر ڈھائی سو سے تین سو برس
تک ہوتی ہے۔ لیکن اسکی تصدیق کرنا مشکل ہے۔ اسلئے کہ یہ عمر اس کو اگر حاصل ہوتی ہے تو آزادی
میں۔ وہیل (ایک سمندر کی مچھلی کی قسم ہے) مچھلی پانچ سو برس سے زیادہ زندہ رہتی ہے اور
بعض محقق کی رائے ہے کہ ہزار برس تک زندہ رہتی ہے "

یہ سب بیانات چونکہ ایک اہل یورپ کی جدید تحقیق کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کئے
جائے ہیں ہر شخص فوراً انکو باور کرنیکو تیار ہو جائیگا اور اسکو کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ کا خیال
بھی نہیں آویگا۔ بہرکیف جب عموماً انسان ایسے بیان کو باور کرنے کیلئے تیار ہے تو پھر ایک
مسلمان قرآن کے بیان سے کیونکر انکار کر سکتا ہے۔ سورہ العنکبوت رکوع ۲ میں ہے وَ
لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ فَلَبِثَ فِیْھِمْ اَلْفَ سَنَۃٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا فَاَخَذَھُمُ
الطُّوْفَانُ وَھُمْ ظَالِمُوْنَ ۝ فَاَنْجَیْنٰہُ وَاَصْحٰبَ السَّفِیْنَۃِ الخ یعنی ہم نے نوحؑ کو ان کی
قوم کے پاس بھیجا تو اُن میں پچاس کم ہزار برس رہے تو آخرکار انکو طوفان نے لے ڈالا اور
اور وہ سرکش تھے پھر ہم نے نوحؑ اور کشتی والوں کو بچا لیا الخ یعنی قبل طوفان حضرت نوحؑ
کی عمر ساڑھے نو سو برس کی تھی اور پھر طوفان کے بعد بھی آپ زندہ رہے۔ حضرت کی طول
عمری کا اعتقاد آیہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح آخرالزمانؑ کے

طول عمری کا اعتقاد جو اس وقت قریب گیارہ سو برس کی ہو گی اس آیت کے خلاف نہیں ہے۔
آپ کیلئے جو وقت خداوند عالم نے مقرر فرمایا ہے اسوقت ضرور موت آویگی اور آپ مرینگے۔
سوال کا اہم جزو یہ ہے کہ ہم لوگوں کو کیوں بارہویں امام کو زندہ ماننا ضرور ہے سوال کی
اول سطر میں ہمارے معزز سائل کہتے ہیں کہ "بارہ اماموں کا پتہ و نشان ہم کو تواریخ سے ملجاتا
ہے اور میں جانتا ہوں کہ بارہ امام کون کون تھے" مجھکو شبہ ہوتا ہے کہ یا تو گیارہ امام کی
جگہ پر بارہ امام لکھدیا ہے اسلئے کہ سائل بارہویں امام کی شخصیت سے انکار کرتے ہیں۔ یا یہ کہ
ان کا مقصود یہ ہے کہ بارہ اماموں کا پتہ مل گیا ہے اور انکے خیال میں بارہویں امام بھی مثل
رسولخدا اور اپنے آبا رکرام کے وفات کر گئے ہیں اور جو کچھ اُن کو شبہ ہے وہ حضرت کے اسوقت
تک زندہ رہنے میں ہے لہذا میں (۱) حضرتؑ کی ولادت کو اور (۲) حضرت کے وجود کو
تواریخ سے ثابت کرتا ہوں تاکہ جواب مکمل ہو۔
حضرتؑ کی ولادت کو بے شمار لوگوں نے لکھا ہے جمیں صرف تین کا ذکر کیا جاتا ہے۔
علامہ[۱] ابن حجر مکی لکھتے ہیں ابی القاسم محمد الحجۃ وعمرہ عند وفاۃ ابیہ خمس سنین لکن اتاہ
اللہ فیہا الحکمۃ ویسمی القائم المنتظر۔ یعنی حضرت ابو القاسم محمد حجۃ العصر کی عمر آپ کے پدر
بزرگوار کی وفات کے وقت پانچ سال کی تھی مگر خدا نے اسی عمر میں آپ کو حکمت عطا فرمائی
تھی اور آپ کو لوگ قائم منتظر کہتے ہیں (صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص۱۲۴) ۔ علامہ[۲] ابو الفدار
مشہور مورخ نے لکھا ہے یقال لہ القائم والمھدی۔ والحجۃ وولد المنتظر المذکور فی خمس
خمسین ومأتین یعنی حضرت کو قائم اور مہدی اور حجت کہتے ہیں یہ امام منتظر مذکور ۲۵۵ھ
میں پیدا ہوئے (تاریخ ابو الفدار جلد۲ ص۴۵) یہ دو خبریں حضرت کی ولادت کے متعلق ہیں ۔
اور علامہ[۳] شیخ عبد الوہاب شعرانی نے آپ کی ولادت اور طول عمری کے بارے میں یوں لکھا ہے
صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے "حضرت مہدیؑ کے ظہور کا برابر انتظار رہتا ہے آپ ۱۵ شعبان
۲۵۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور اُس وقت تک باقی رہیں گے کہ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ جمع ہوں۔

اس حساب سے آپکی عمر اس وقت ۹۵۸ھ میں ۷۰۳ سال کی ہوئی آپ ظاہر ہوکر رہیں گے۔ آپ حضرت رسول صلعم کی عترت اور جناب فاطمہ زہرا کی اولاد سے ہیں۔ آپکے والد امام حسن عسکری فرزند امام علی نقی فرزند امام محمد تقی فرزند امام علی رضا فرزند امام موسیٰ کاظم فرزند امام جعفر صادق فرزند امام محمد باقر فرزند امام زین العابدین فرزند امام حسین فرزند حضرت علی تھے (الیواقیت والجواہر مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۲۸۸)

ایسا ہی کثیر التعداد مورخین ومحدثین نے لکھا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام پیدا ہو چکے ہیں اور جس نے جس زمانہ میں لکھا ہے یہی لکھا کہ ابھی تک زندہ ہیں۔ ایک شخص نے بھی اس ۱۵ شعبان کے مولود کی وفات کا ذکر نہیں کیا ہے لہذا آپ کی ولادت میں شک نہیں اور جب کوئی آپ کی وفات کی خبر نہیں دیتا بلکہ ایک زمانہ تک آپ کے وکلا تھے جو آپکے غیبت میں بھی آپ کے احکام مسلمانوں تک پہنچاتے تھے تو آپ کو زندہ ماننا ضروری ہے خصوصاً جبکہ قرآن پاک فرماتا ہے کہ ایک حجۃ خدا کا زمین پر رہنا لازمی ہے (اسکا ثبوت انشاء اللہ آتا ہے) +

سائل :- بارہویں امام کی غیبت کے اعتقاد سے ہم کو کیا فائدہ ہے اور اس اعتقاد کا ہم مسلمانوں پر کونسا سودمند اثر ہو سکتا ہے ؟

الجواب :- ہمارے معزز سائل کا یہ ایک دلچسپ سوال ہے اور عرض یہ ہے کہ اسکے جواب کو بغور ملاحظہ کیا جاوے۔ کوئی خیال اور کوئی اعتقاد سودمند نہیں ہوتا جب تک اس کے مطابق انسان کاربند نہ ہو۔ مثلاً کوئی خدائے وحدہ لاشریک پر اعتقاد رکھے لیکن فسق وفجور ظلم وتعدی اور بدکاری سے نہ رکے اور ایسی چال چلے کہ گویا نہ خدا دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے تو پھر اس کو وجود باری تعالیٰ کا اعتقاد کیا فائدہ بخش سکتا ہے۔ اس کے خلاف اگر کوئی غلط خیال ہی کے پیچھے جد وجہد کرے تو کچھ نہ کچھ اسکو ہاتھ ہی لگ جاتا ہے۔ مثلاً کیمیاگروں نے خیال کیا کہ ایک ایسی شے کا وجود ہے جسکے ساتھ پیتل وتانبا مس ہونے سے سونا ہو جاتا ہے جسکو پارس کہتے ہیں اس پارس کی تلاش میں انھوں نے بڑی جد وجہد کی۔ پارس تو نہیں ملا لیکن اس جد وجہد میں اتنی کیمیاوی چیزوں کو پیدا کیا کہ حکمت کا یہ شائبہ اسوقت انکی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر

مسلمان آخرالزمان علیہ السلام پر اعتقاد رکھیں اور اُس اعتقاد کے مطابق کاربند ہو جاویں تو دنیا میں کوئی قوم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

حضرت حجۃ کے وجود اور آپکے اعتقاد کا کیا مطلب ہے اور اسکا کیا اثر ہم پر ہونا چاہیئے۔

جہاں بھی حضرت حجۃ کے وجود کا ذکر ہے وہاں یہ بھی ہے کہ آپکو کل واقعات اور حادثات کی خبر ہوتی رہتی ہے اور حضرت خداوند عالم کے سامنے ہم لوگوں کے گواہ ہونگے جسکا ثبوت قرآن پاک سے آشکارہ آتا ہے۔ اور جہاں آپ کے آمد ظہور کا ذکر ہے وہاں یہ بھی ہے کہ آپ کفار اور منکرین سے جہاد فرماوینگے یہانتک کہ وہ راہ راست پر آجاویں یا نیست و نابود ہو جاویں۔

ان دونوں اعتقادوں سے ہم لوگوں کو کیا سبق لینا چاہیئے۔ اولاً اس اعتقاد کا کہ حضرت ہمارے اُمور کے نگراں ہیں اور خداوند عالم کے سامنے گواہی دینگے کہ کس نے کیا کیا ہے۔ وہ اثر ہونا چاہیئے جو اثر ہر انسان پر اپنے والدین یا استاد کی نگرانی کا ہوتا ہے۔ اگر انسان حضرت حجۃ کے وجود سے اتنا ہی اثر لیوے تو وہ صالح اور متقی ہو جاویگا اور اس سے کوئی گناہ نہیں سرزد ہوگا۔

معترض کہہ سکتے ہیں کہ جب حضرت حجۃ کو نہیں دیکھتے تو خدا کے وجود کے اعتقاد کا جو اثر ہے اس پر کیا اضافہ ہوگا۔ لیکن خداوند عالم کتنا ہی ہم سے قریب ہو اسکی ذات ایسی اعلیٰ اور ارفع ہے کہ ہم اپنے کو اس کے قریب نہیں تصور کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود خداوند عالم کو حافظ حقیقی اور ارحم الراحمین جاننے کے ہم لوگ بھوت پریت جن وغیرہ سے ڈرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ان کا شر ہم کو نقصان پہنچا دیگا۔ یہ اسلئے ہے کہ بوجہ جن بھوت وغیرہ کو مخلوق ماننے کے انکو اپنے سے انسان قریب تصور کرتا ہے۔ پس بلا تشبیہہ جیسے ان سب نادیدنی شے کے اعتقاد ہم کو ڈراتے ہیں اُسی طرح ہماری نظروں سے غائب امام منتظر بحیثیت مخلوق ہونیکے ہم سے قریب ہیں اور اگر ہم سچا اعتقاد اُن پر رکھیں تو خدا تک ہم کو پہنچا دینگے۔

دوسرا جزو آپکے اعتقاد کا یہ ہے کہ آپ ظہور فرما کر کفار اور منکرین سے جہاد کرینگے اگر اس اعتقاد پر صحیح طور سے ہم لوگ کاربند ہو جاویں تو دنیا کی کوئی قوم ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ملاحظہ فرمائیے کہ حسد۔ رشک۔ بغض یعنی جذبات رذیلہ اہل یورپ کو جد وجہد میں مشغول رکھتے ہیں اور انکی ہر قوم دوسرے سے ہر صنعت وحرفت میں بڑھ جانے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ دنیا میں سائنس کی ترقی انکے ان جذبات رذیلہ کی ممنون ہے۔ اگر ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم نہ ہوئی ہوتی تو ہوائی جہاز ابھی خیال ہی میں رہتا۔ لہذا ان جذبات رذیلہ کے عوض ہمارے مذہب دین نے ہمارے لئے بارہویں امام کی محبت دی ہے۔ اگر دوسری قومیں آپس میں حرب جنگ کرنے کیلئے طیاریاں کرتی رہتی ہیں تو ہم کو چاہیئے کہ آخرالزمانؑ کے ساتھ دینے اور آپ کے ساتھ جہاد کرنے کو طیار ہو جاویں۔ اور علم وحکمت نے جتنے اسباب زندگی کے فراہم کئے ہیں وہ سب ہمارے ہاتھ میں آجاویں تاکہ جب ہمارے آخرالزمانؑ ظہور فرماویں تو انکے پیرو کسی چیز کیلئے دوسرے کے محتاج نہ ہوں۔ اگر حضرت تشریف لاویں اور اپنے ہمراہیوں کے پھٹے کپڑے مرمت کرنیکو حکم دیں تو ہم لوگ یہ کام بخوبی انجام دیسکتے ہیں۔ اسلئے کہ مسلمان درزی بہت ہیں لیکن حضرت اگر اپنے ہمراہیوں کے زین۔ جوتا اور چمڑے کے اسباب درست کرنیکو فرماویں تو ہم لوگ قاصر رہیں گے۔ قبل میں ہمارے درمیان موچی تھے۔ دباغی کا کام ہوتا تھا اور اس حکم کی تعمیل ہوسکتی تھی لیکن اب یہ سب کام ان کے ہاتھ میں ہے جنسے امامؑ کو جنگ کرنا ہے۔ اسیطرح غلہ اور دوسرے اسباب آسائش سب کفار کے ہاتھ میں ہیں۔ اور ہم مجبور ہیں اور امام علیہ السلام کا خیر مقدم نہیں کرسکتے۔ یہ سب چیزیں حقیر ہیں لیکن اول ضروریات زندگی یہی ہیں۔ لیکن اگر امام علیہ السلام ہم کو مشین گن۔ ہوائی جہاز۔ آبی جہاز۔ ریل وغیرہ کا مقابلہ کرنے کو کہیں تو سوائے سرنگوں ہونے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ لہذا جنکا حضرت کے وجود اور ظہور پر اعتقاد ہے ان پر لازم ہے کہ اپنی قوم کی تنظیم کریں اس طور سے کہ اپنی افراد میں ہر پیشہ۔ ہر صنعت۔ ہر حرفت کے لوگ موجود ہوں۔ کوئی درزی ہو تو کوئی موچی اور جلد ساز۔ کوئی غلہ کا تاجر ہو تو کوئی کپڑے کا بزاز۔ کوئی مشین گن بنانے والا ہو تو کوئی ہوائی جہاز بنانیوالا اور چلانیوالا۔ کوئی جہاز بنانیوالا ہو تو کوئی جہاز ران۔ کوئی ریل بنانیوالا ہو تو کوئی ریل چلانیوالا۔ یہانتک کہ مسلمان اپنے آخرالزماں کے خیر مقدم کیلئے اس طور سے طیار رہیں کہ کوئی سامانِ دنیا ایسا نہ ہو جو اُن کے ہاتھ میں نہ ہو۔

آخرالزمانؑ کے صحیح اعتقاد کا جو فطرتی نتیجہ ہوسکتا ہے اسکو خیال کرکے ایک یورپین سیاح کہنے لگا کہ "اگر اہل ایران اپنے اعتقاد کے مطابق صحیح عمل کئے ہوتے اور اپنے امام منتظر کے خیر مقدم کیلئے طیار ہوتے تو کوئی قوم انکی ہمسر نہیں ہوسکتی تھی۔ وہ قوم کسقدر قوی ہوسکتی ہے جسکی ہر فرد جب سونے جاتی ہے تو اعتقاد کرتی ہے کہ ممکن ہے کہ صبح کو اٹھنے کے بعد امام علیہ السلام کے ساتھ جہاد کرنا ہو" لہذا ہم لوگوں پر واجب ہے کہ ہم لوگ خلوص کے ساتھ امام منتظرؑ پر اعتقاد رکھیں اور انکے خیر مقدم کیلئے طیار رہوں اور صحیح خیر مقدم اُسی وقت ہوسکتا ہے جب وہ سارے سامان اور اسباب جو کل دوسری قوموں کے ہاتھ میں ہیں وہ سب ہمارے ہاتھ میں ہو جاویں۔ اگر مسلمان اور معتقدین امام منتظر اپنا نقطہ نظر اس پر رکھکر آج عمل شروع کردیں تو بہت جلد وہ دوسری قوموں سے گوئے سبقت لیجاوینگے اور امام علیہ السلام پر اعتقاد کا یہی فائدہ ہے لیکن افسوس کہ ہم لوگ باوجود موحد اور خدا کو حاضر و ناظر جاننے کے اس طرح کام کرتے ہیں کہ نہ خدا ہے اور نہ ہمارے لئے کوئی جزا و سزا ہے۔ آخرالزمانؑ آخرالزمانؑ کہتے ہیں اور زبانی اعتقاد کیلئے ہر شخص سے لڑتے ہیں لیکن عمل ایسا ہے کہ خداوند عالم کا کوئی گواہ دنیا میں نہیں ہے اور نہ حضرتؑ کا کبھی ظہور ہوگا اور نہ ہم کو کبھی جہاد کی نوبت آویگی بس مثل جانوروں کے کھا پی کر مرجانا ہے۔ خداوندا ہم کو ہمت دے کہ ہم اپنے اعتقاد کے مطابق عمل کرکے وہ ہو جاویں جو تیرا اور تیرے رسولؐ کا مدعا ہے۔

امامت منصوص من اللہ یعنی شفیع یوم جزا

سائل:۔ ہمارے فرقے کے خیال کے مطابق بارہویں امام پر اعتقاد نہایت ضروری ہے جسکے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا۔ اگر یہ اعتقاد ایسا ہی اہم اور ضروری ہے تو قرآن پاک میں ان کے متعلق بہت سی آیتیں ہونا چاہئے اور وہ بھی ایسی آیت جن کے دوسرے معنی نہ بن سکیں۔ لہذا میں آپ کا ممنون ہونگا کہ کم سے کم دو آیتیں ایسی پیش کیجئے جو اس دین کے ضروری امر کو ثابت کریں اور اُن کا دوسرا معنی و مطلب نہ بن سکے۔

الجواب:۔ ہمارے واعظین و مناظر جیسا حضرت علیؑ کے متعلق آیت پر آیت پیش کرتے ہیں ویسا ہی اگر اور ائمہ خصوصاً آخر الزمانؑ کے متعلق آیتیں پیش کیا کرتے تو نہ یہ خیال پیدا ہوتا اور نہ یہ سوال ہوتا۔ بہرکیف سائل کا سوال بالکل صحیح و درست ہے کہ اگر یہ اعتقاد ضروریات دین و ایمان سے ہے تو اسکے متعلق بہت سی آیتوں کا ہونا ضروری ہے اور واقعی بہت سی آیتیں آئمہ اور صاحب الزمان کے متعلق ہیں بھی۔ جنسے سوائے ائمہ اثنا عشر یعنی ۱۲ امام کے دوسرا مراد ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن منکرین اور مخالفین امامت کو آیات قرآنی کے معنی بگاڑنے کو کون منع کر سکتا ہے۔ خداوند عالم سورہ الفتح رکوع ۲ میں فرماتا ہے یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا کَلٰمَ اللّٰہِ ط یعنی لوگ ارادہ رکھتے ہیں کہ کلام خدا کو بدل دینگے۔ پس جو ایسا ارادہ کریں ان کا کیا علاج ہے۔ کون شخص نہیں جانتا کہ دنیاوی قانون کس احتیاط اور غور و فکر کیساتھ بنایا جاتا ہے تاکہ اس کے معنی و مطلب کے سمجھنے میں نہ دقت ہو اور نہ اختلاف ہو لیکن پھر بھی مختلف جج مختلف معنی لگاتے ہیں۔ حالانکہ انکی طرف نہ پاسداری کا الزام ہوتا ہے نہ جنبہ داری کا خیال۔ اور فریق مقدمہ تو اور بھی قانون کے معنی کو توڑ مروڑ کرتے ہیں کہ ایک ہی قانون کے بیسوں معنی ہو جاتے ہیں۔ اسیطرح جو فرقے صراط مستقیم سے علیحدہ ہو گئے ہیں ان کو قرآن کے آیات کے معنی کو بگاڑنے سے کون روک سکتا ہے۔ ہاں دنیاوی قانون اور خدائی قانون میں ایک فرق ہے کہ دنیاوی قانون میں مختلف معنی پروئے جاسکتے ہیں اور ہر معنی اپنی جگہ پر ٹھیک معلوم ہوتا ہے لیکن قرآنی آیات کیساتھ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر ایک آیت کے صحیح معنی کے علاوہ کوئی دوسرا معنی بناوے تو اوّلاً اُس معنی کا کوئی مطلب نہ ہوگا اور نہ اس معنی سے کوئی نفع ہوگا دوسرے یہ کہ غلط معنی کی دوسری آیات مخالفت کرینگی اور قرآن میں اختلاف پڑجائیگا۔ مثلاً ایک چھوٹی سی آیت سے اپنے مطلب کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ سورہ التوبہ رکوع ۱۵ میں خداوند عالم فرماتا ہے وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ہ یعنی سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ شیعوں نے سچوں کو آیہ مباہلہ سے پہچانا کہ حضرت علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ و حسینؑ سچے ہیں جنکی زبانی خداوند عالم نے جھوٹوں پر لعنت

کہلوائی اور ان کا ساتھ ہر طرح سے دیا۔ لیکن جن لوگوں نے ان سچوں کا ساتھ نہیں دیا۔
انھوں نے آیہ مباہلہ کو اپنی جگہ رکھا اور اُس سے جن سچوں کا پتہ چلتا ہے ان کو نہ پہچانا اور نہ
ان کا ساتھ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر کہہ مہہ کا ساتھ دیا اور ہر فاسق وفاجر کو جنکے فسق و فجور اور نفاق
کی خبر قرآن پاک میں ہے اپنا ہادی و پیشوا و خلیفہ وغیرہ قبول کیا اور گمراہ ہوئے یہانتک کہ سردار
صادقین امام المتقین حضرت علی ابن ابیطالبؑ کو برسر منبر گالیاں دیں۔ امام حسنؑ کو زہر کا پیالہ پلایا
اور حضرت حسینؑ کو مع عزیز و اقارب و اصحابؓ لاکر بلا کے میدان میں شہید کیا۔ اس سے بڑھکر
کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی مخالفت اور خداوند عالم کی عدول حکمی اور کیا ہو سکتی ہے اگر کوئی
اور مثال آیتوں کے بگاڑنے کی چاہے تو میرا رسالہ آل واصحاب ملاحظہ کرے۔ اور کچھ نمونہ خود
اس رسالہ میں پیش کیا جاتا ہے۔ بہر کیف میں ناظرین سے ملتمس ہوں کہ اسکو ذہن نشین رکھیں کہ
قرآن پاک کی آیتوں کے صحیح معنی کی دلیل یہ ہے کہ (۱) وہ معنی لغت کے مطابق اور رسیاق کے
موافق ہوگا (۲) دوسری آیتیں اسکی تائید کرینگی اور قرآن میں اختلاف نہیں پڑیگا (۳) اور اس
معنی سے جو مطلب حاصل ہوگا وہ مفید اور قابل عمل ہوگا۔ اس کے خلاف معنی خلاف مقصود
باری تعالیٰ ہوگا۔ (۱) وہ لغت اور سیاق کے خلاف ہوگا (۲) دوسری آیتیں اسکی مخالفت کرینگی
(۳) اور نہ وہ قابل عمل ہوگا اور نہ اُس سے کوئی فائدہ حاصل ہوگا۔ اب میری استدعا یہ ہے کہ
جو آیتیں شفیع محشر آئمہ اثنا عشر اور آخر الزمان کے متعلق میں پیش کرنا چاہتا ہوں ان کو اسی معیار سے
جانچا جاوے تو انشاء اللہ حق حاصل ہوگا اور یہ بھی واضح ہو جائیگا کہ خدا کا وعدہ کہ وہ قرآن
کا محافظ ہے کس قدر سچا ہے۔ کیسی جان توڑ کوشش کی گئی ہے کہ امامت کے اصول کو قرآن
سے غائب کردیں لیکن اس کو غائب نہ کرسکے اور امامت قرآن پاک سے ویسی ہی ثابت اور قائم
ہے جیسی وحدانیت خداوند عالم اور رسالت رسول اکرمؐ۔

بہر کیف اول آیت جو میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے سورہ الزمر رکوع ۷۔ وَ
اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِیَ

بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۔ یعنی زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھیگی اور نامۂ اعمال لوگوں کے سامنے رکھدیا جاویگا اور انبیاء اور شہداء بلائے جاوینگے اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جاویگا اور وہ گھاٹے میں نہیں رہیں گے ۔

اس آیہ کریمہ میں خداوند عالم فرماتا ہے کہ قیامت میں جب انسان حساب و کتاب کیلئے حاضر ہوگا تو کرام کاتبین سب کے نامۂ اعمال کھول کر رکھدینگے اور ہر امت کے نبی اور شہید یعنی گواہ بلائے جاوینگے اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ ہوگا اور جن لوگوں کے خلاف نہ کرام کاتبین ہونگے نہ نبی اور نہ شہید وہ گھاٹے میں نہ ہونگے ۔ کرام کاتبین کا ایک خدائی انتظام ہے جنکو یاد کرکے ہم لوگوں کو چاہیئے کہ ایسا کام کریں کہ نامۂ اعمال اچھا ہو اور خدا اس کو قبول کرے ۔ اس پر اعتقاد يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ کی تصدیق ہوگی ۔ اس غیبی انتظام کے علاوہ خداوند عالم نے دو ظاہر انتظام بھی ہم لوگوں کی ہدایت کیلئے فرمایا ہے اول نبیؐ اور رسولؐ کو بھیجا کہ خدا کا راستہ ہم لوگ کو دکھاویں دوسرے شہید مقرر فرمایا کہ وہ ہماری ہدایت کرتے رہیں اور عموماً ہمارے اعمال اور افعال کے ناظر رہیں ۔ ہم لوگ نبی کو جانتے ہیں اور ہر شخص کوشش کرتا ہے کہ اسکی امت میں شمار ہو لیکن شہید کو مخالف امامت نہیں پہچانتے اور نہ ان کو راضی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ حالانکہ ہم لوگوں کو قیامت میں زیادہ تر شہیدوں سے سروکار ہوگا ۔

ملاحظہ ہو سورہ النساء رکوع ۶ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا ۔ یعنی کیا حال ہوگا جب ہم ہر گروہ سے ایک گواہ لادینگے اور اے رسول تم کو ان گواہوں پر گواہ کی حیثیت سے طلب کرینگے اس آیت میں اور دوسری ایسی ہی آیتوں میں خداوند عالم تفصیل کے ساتھ بتاتا ہے کہ نبی اور شہید جو قیامت کے روز بلائے جاوینگے تو کون کیا کریگا اور نبی کا کیا کام ہوگا اور شہید کا کیا کام ہوگا ۔ یعنی رسول مقبولؐ تو گواہوں کی تصدیق کرینگے کہ کون گواہ سچا ہے اور کون جھوٹا ہے ۔ اور خدا کا مقرر کردہ شہید ہر انسان کے بارہ میں گواہی دیگا کہ دنیا میں وہ کیا کرتے تھے ۔ لہذا ان شہداء کو پہچاننے اور انکی ہدایت کے مطابق چلنے سے وہ ہماری شفاعت

کرینگے اورہم کو مغفرت حاصل ہوگی جنکو عاقبت کی فکر تھی انھوں نے ان شہدار کو پہچانا اُنکے دامن سے لپٹے رہے لیکن اُنکی شناخت سے جنکے دنیاوی اغراض میں رکاوٹ پیدا ہوتی تھی انھوں نے ان کو نہ پہچانا اور پہچانا تو جان بوجھکر اُن سے چشم پوشی اور رطوطہ چشمی کیا اوران پر ایمان رکھنے والوں کے ساتھ وہ کیا جو فرعون نے حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانیوالوں کے ساتھ کیا تھا جسکی خبر سورہ شعرار رکوع ۳ اور دوسری سوروں میں بھی ہے۔ فَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیْنَ ۝ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ۝ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ قَالُوْا لَا ضَیْرَ ۡ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ یعنی جب فرعون کے ساحروں نے حضرت موسیٰؑ کا معجزہ دیکھا تو سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے سارے جہان کے پروردگار پر ایمان لائے جو موسیٰؑ اور ہارونؑ کا پروردگار ہے۔ فرعون نے کہا کہ قبل اسکے کہ میں تم کو اجازت دوں تم اس پر ایمان لائے بیشک یہ تمہارا بڑا گرو ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے۔ خیر ابھی تم لوگوں کو معلوم ہو جائیگا کہ ضرور میں تمہارے ایکطرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ ڈالونگا اور سب کو سولی دیدونگا۔ وہ بولے کچھ پروا نہیں ہم کو تو بہرحال اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جانا ہے۔ ہم چونکہ سب سے پہلے ایمان لائے ہیں اسلئے امید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہماری خطائیں معاف کردیگا۔

یہ فرعون مصر کا عمل ہے جسکی خبر قرآن پاک دیتا ہے اور جسکی صحت میں کسی مسلمان کو شبہ نہیں ہو سکتا۔ اب شہید پر ایمان لانیوالوں کا نتیجہ جو عرب کے فرعون نے کیا اسکو ملاحظہ فرمائیے اور غور کیجئے کہ کس قدر قرآن پاک کی پیشین گوئی درست ہے کہ جو امم سابقین نے کیا ہے اور جو چال وہ چلے ہیں اُمت محمدی بھی وہ سب چال چلیگی چنانچہ علامہ ابوالحسن مدائنی نے اپنی کتاب الاحداث میں یوں تحریر فرمایا ہے کتب معاویۃ الی عمالہ فی جمیع الآفاق ان لا یجیزوا لاحد

من شیعۃ علی شہادۃ وکتب الیہم ان انظروا من قبلکم من شیعۃ عثمان ومحبیہ واہل ولایتہ الذین یروون فضائلہ ومناقبہ فادنوا مجالسہم وقربوہم واکرموہم واکتبوا الی بکل ما یروی کل رجل منہم واسمہ واسم ابیہ وعشیرتہ ففعلوا ذلک حتی اکثروا فی فضائل عثمان ومناقبہ لما کان یبعثہ الیہم معاویۃ من الصلات والکساء والحباء والقطایع ویقبضہ فی العرب منہم والموالی فکثر ذلک فی کل مصر وتنافسوا فی المنازل والدنیا فلیس یجد روم من الناس عاملا من عمال معویۃ فیروی فی عثمان فضیلۃ او منقبۃ الا کتب اسمہ وقربہ وشفعہ فلبثوا بذلک حینا۔ ثم کتب الی عمالہ ان الحدیث فی عثمان قد کثر وفشا فی کل مصر وکل وجہ وناحیۃ فاذا جاءکم کتابی ھذا فادعوا الناس الی الروایۃ فی فضائل الصحابۃ والخلفاء الاولین ولا تترکوا خبرا یرویہ احد من المسلمین فی ابی تراب الا واتونی بمناقض لہ فی الصحابۃ فان ھذا احب الی واقر لعینی وادحض لحجۃ ابی تراب وشیعتہ واشد علیہم من مناقب عثمان وفضلہ فقرئت کتبہ علی الناس فرویت احادیث کثیرۃ فی مناقب الصحابۃ مفتعلۃ لا حقیقۃ لہا وجد الناس فی روایۃ ما یجری ھذا المجری حتی اشادوا بذکر ذلک علی المنابر والقی الی معلمی الکتاب فعلموا صبیانہم وغلمانہم من ذلک الکثیر الواسع حتی رووہ وتعلموہ کما یتعلمون القرآن وحتی علموہ بناتہم ونساءھم وخدمہم وحشمہم (از کتاب النصائح الکافیہ مولفہ السید جلیل محمد بن عقیل فٹ) یعنی ”معاویہ نے اپنے ممالک محروسہ کے تمام عمال کو یہ فرمان لکھ بھیجا کہ حضرت علیؑ کے کسی شیعہ کی گواہی نہ قبول کی جاوے اور یہ بھی لکھا کہ عثمان کے شیعہ کی گواہی قبول کی جاوے اور یہ بھی تاکید کی کہ ایسے جو لوگ فضائل و مناقب عثمان بیان کریں انکو اپنی خلوت و جلوت میں قربت خاص کا مرتبہ دیا کرو اور ان کا اکرام کیا کرو اور انمیں سے جو کوئی جو کچھ بیان کرے ان میں سے ہر ایک کے نام مع ولدیت اور قومیت لکھ بھیجو۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا یہانتک کہ فضائل و مناقب عثمان میں کثرت سے حدیثیں جمع ہو گئیں اور معاویہ نے اُن تمام اشخاص کو انواع و اقسام کے صلہ جات

خلعات۔عطیات۔ آراضیات۔ جاگیرات و غلام دے کر تمام عرب میں اُنکو مالا مال کر دیا۔ پھر ایسے لوگ تمام دیار اور امصار میں پھیل گئے اور کثرت سے ہو گئے اور ان عمالان معویہ میں کوئی ایسا عامل نہیں چھوٹا ہوگا جس نے معویہ کے اس فرمان کے مطابق کسی ایسے شخص کو جس نے عثمان کی فضائل ومناقب میں روایت کیا ہو اور عاملین معویہ نے اسکو درجہ قربت نہ دیا ہو یا اُسکا نام لکھکر دربار معویہ میں اُسکی سفارش نہ کی ہو۔ یہی حالت قائم رہی تا اینکہ معاویہ نے اپنے عمال کو دوسرا حکم نامہ لکھا کہ چونکہ فضائل عثمان میں حدیثیں زیادہ ہو گئیں اور ہر بلاد و امصار میں کثرت سے پھیل گئیں اسلئے بفور رسید حکم نامہ ہذا تم لوگ فضائل صحابہ اور خلفاء اولین کے متعلق حدیثیں مرتب کرنے کی فرمائش کرو اور مجھکو اس امر کی فوراً خبر کرنے سے کسی وقت غافل نہ ہو کہ جب کوئی شخص امت اسلام میں کوئی حدیث یا روایت ابوتراب کی شان میں بیان کرے تو اسی وقت اُسکے مناقض حدیث صحابہ کی شان میں تیار کرلی جاوے کیونکہ یہ امر مجھکو سب سے زیادہ محبوب ہے اور اس سے میری آنکھوں میں ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ ان کو بیان فضائل ابوتراب سے سخت منع کرو اور انکے فضائل کا بطلان کرو یا اُسکا دوسرا مقصود بنا دو۔ اور فضائل عثمان کیلئے سخت تاکید کرو۔ الغرض یہ فرمان معویہ پڑھکر سب کو سنایا گیا اور لوگوں نے کثرت سے فضائل صحابہ میں ایسی حدیثیں طیار کیں جن کی کوئی حقیقت نہ تھی ایسی حدیثوں کو ان لوگوں نے شارع عام پر اجرا کیا یہانتک کہ مسجد کے منبروں پر یہ حدیثیں بیان کی گئیں اور معلمین نے ان کو کتب درسیہ میں لکھکر لڑکوں اور جوانوں کو پڑھائیں۔ پھر تو اس تعلیم کو اتنی ترقی ہوئی کہ قرآن مجید کی تعلیم کے برابر ہو گئی اور مسلمانوں کی تمام لڑکیوں۔ عورتوں اور گھر کے غلام اور کنیزوں تک کو پڑھائی اور یاد کرائی گئی۔

اس فرمان کا نتیجہ یہ ہے کہ نااہلوں کے غلط فضائل دنیاوی طمع سے گڑھے گئے اور شہیدوں یعنی حجت خدا کے فضائل پہ پردہ ڈالا گیا تاکہ امت محمدی انکو نہ پہچانے اور درواقعی اکثر امت محمدی نے شہیدوں اور حجت خدا کو نہیں پہچانا اور قیامت میں انکو بغیر شفیع و بغیر حامی و مددگار کے خدا کا سامنا کرنا ہوگا اور جن لوگوں نے خدا کے مقرر کردہ شہید یعنی گواہ کو پہچانا اور اُن پر ایمان لائے انکو

قتل وغارت کیا گیا ان کے مکانات غارت کئے گئے بغداد کی دیواروں میں زندہ چن دیئے گئے۔ کوئی سولی پر چڑھایا گیا کوئی زندہ جلایا گیا۔ اور ان مظلوموں نے مثل مومن آل فرعون کے یہی کہا کہ جتنا چاہے ظلم کرو کچھ پرواہ نہیں کیونکہ مجھکو امید ہے کہ بطفیل آل محمدؐ ہم جنت اور فردوس میں ہونگے اور جیسا فرعون نے مومنوں سے کہا کہ میری اجازت بغیر تم موسیٰؑ اور موسیٰؑ کے خدا پر ایمان کیوں لائے۔ اسکا نتیجہ تمکو معلوم ہوگا کہ میں تمہارے ہاتھ پیر کاٹ ڈالونگا اور تم کو سولی دونگا اسی طرح فرعون عرب نے کہا کہ جو لوگ محبت خدا اور شفیع یوم جزا پر ایمان لائے ہیں انکو ہر طرح سے ستاؤ اور برباد کرو لہذا کوئی ظلم و تعدی کا انسان خیال نہیں کرسکتا مگر یہ کہ وہ سب شیعوں پر نازل کئے گئے ہیں۔ اعتراض کرنیوالے اعتراض کرسکتے ہیں کہ اس فرمان میں حضرت علیؑ کے فضائل کے مٹانے کا حکم ہے۔ شہید کا ذکر بھی نہیں ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؑ اول شہید یعنی گواہ خدا اور سردار دوسرے شہیدوں کے ہیں۔ اور جتنی خبریں شہید اور امام سے متعلق ہیں اسمیں بارہ امام برابر کے شریک ہیں جیسا ابھی قرآن پاک کی آیات سے ثابت کرتا ہوں کہ شہداء سے حضرت علیؑ اور آپ کی گیارہ اولاد مقصود ہیں غرض جن لوگوں نے ان ذوات مقدسہ کو نہ پہچانا اور جنھوں نے جان بوجھکر اُن آیات کی جنمیں ان کے اوصاف نہایت وضاحت و صراحت کیساتھ مذکور ہیں۔ مختلف معنی و مقصود بنا کر قرآن پاک میں اختلاف پیدا کردیا ہے ان کیلئے سورہ البقرہ رکوع ۱۹ میں یہ حکم ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ یعنی بیشک جو لوگ روشن دلیلوں اور ہدایتوں کو کتاب میں صاف صاف بیان کردیئے جانیکے بعد چھپاتے ہیں ان پر خدا لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنیوالے[۱] لعنت کرتے ہیں۔ مگر جن لوگوں نے حق چھپانیکے بعد توبہ کیا اور اپنی اصلاح کرلی اور جو کتاب خدا میں ہے اسکو صاف صاف[۲] بیان کردیا تو ان کی توبہ میں قبول کرونگا اور میں تو بڑا توبہ قبول کرنیوالا ہوں۔

[۱] کیا یہ تبرائی شیعوں کیلئے بشارت ہے۔ [۲] کیا یاں سنت و جماعۃ کیلئے بشارت ہے جنھوں نے حق پہچان کر ناحق کو ترک کیا اور دین حق کو قبول کیا۔

پس اہل اسلام کا فرض ہے کہ جن آیتوں کو میں پیش کرتا ہوں اسکے صحیح مصداق کو پہچان کر اسکی پیروی خود کریں اور دوسروں سے صاف صاف بیان کردیں تاکہ خدا کی رحمت کے سزاوار ہوں اور شفیع محشر کی شفاعت کے مستحق ہوں اب اُن آیات کے مختلف معنی بتا کر حق پر پردہ ڈالنے سے نہ انعام ملتا ہے نہ جاگیر نہ قرب حاکم۔ لہذا سوائے خسر الدنیا والاخرہ کے کچھ حاصل نہیں۔ جس آیت سے میں نے آغاز کیا ہے اسمیں خداوند عالم خبر دیتا ہے کہ قیامت کے روز ہر انسان کے سامنے کرام کاتبین انکا نامۂ اعمال لاکر رکھدیں گے۔ اور انبیاء و شہداء بلائے جاوینگے اور حق کے ساتھ انکے درمیان فیصلہ ہوگا۔ اور دوسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ انبیاء کیا کرینگے اور شہداء کیا کرینگے یعنی انبیاء شہداء کے گواہ ہونگے کہ انبیاء نے ان کو مقرر کیا تھا اور جو ان کے بعد آنیوالے تھے اُنکے متعلق وصیت اور پیشینگوئی کی تھی اور شہداء ہی کو انسان کے حساب و کتاب سے سروکار ہوگا اور وہ لوگ اپنے اپنے وقت کے انسان کے اعمال کی گواہی دینگے۔ اور دوسرے لوگ جو خود بخود ہادی اور پیشوا بنے وہ مصداق سورہ القصص رکوع ۴ کی آیت کے ہیں وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ یعنی وہ ایسے پیشوا پیدا ہوئے ہیں جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔ اس مضمون کو کئی آیتوں میں خداوند عالم نے ذکر کیا ہے اور یہ ماننا پڑیگا کہ جہاں انسان کے حساب و کتاب کا ذکر ہے وہاں نبی کے علاوہ جن گواہوں کا ذکر ہے وہ ایک ہی جماعت ہے اور یہی جماعت ہر جگہ مقصود ہے خداوند عالم کہیں ایک جماعت کہیں دوسری جماعت کہیں تیسری جماعت کو بتا کر نہ اپنے کلام کو لغو کریگا اور نہ قرآن میں اختلاف ڈالیگا۔ لہذا اول آیت میں شہید سے کون لوگ مراد ہیں۔ دریافت کرنا چاہیے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ شہداء سے مراد بارہ امام ہیں لیکن جن لوگوں نے اصول دین میں امامت سے انکار کیا ہے وہ لوگ کہتے ہیں کہ شہداء سے مراد فرشتے ہیں جو انبیاء کے ساتھ گواہی کیلئے طلب ہونگے خدا تو علام الغیوب ہے اس کو خود کوئی گواہ کی تو ضرورت نہیں ہے۔ جو گواہ آوینگے وہ انسان پر حجت تمام کرنے کیلئے آوینگے۔ لہذا فرشتوں کے آنیسے کون سی حجت خدا کی پوری ہوگی۔

ہر انسان کہہ دیگا کہ میں نے نہ اُسے دیکھا تھا نہ اسکی بات سُنی اور نہ اُسنے میری کوئی ہدایت کی، لہذا خداوند عالم نے انبیاء کو پیدا کیا کہ وہ انسان کے روبرو گواہی دینگے کہ میں نے اسکو صراطِ مستقیم دکھایا اسکو ہدایت کی باتیں بتائیں ہیں جو ہدایت پر چلا اسکی شفاعت ہوگی اور جس نے ہدایت سے انکار کیا اسکی ملامت ہوگی۔ اور انسان کو کہنے کی جگہ نہیں رہیگی کہ مجھ سے کسی نے کچھ نہیں کہا اور نہ مجھ تک خدا کی ہدایت پہنچی۔ اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ رسول تو صرف پچیس تیس برس دنیا میں رہے بعد کو خدا کی حجت باقی نہیں رہی۔ اسی اعتراض کے جواب کیلئے خداوند عالم نے شہداء کو پیدا کیا اور یہ انتظام کیا کہ گرچہ انبیاء میں ایک دوسرے کے درمیان صدیوں کا فرق ہوا ہے لیکن ایک نبی کے بعد ان کے خلیفہ۔ وصی وغیرہ ہوا کیے یہانتک کہ دوسرا نبی آیا مثلاً حضرت موسیٰ کے بعد بارہ نقیب آئے اور حضرت عیسےٰ کے بعد بارہ حواری آئے یہانتک کہ محمد مصطفےٰ کا ظہور ہوا اور آپ کے بعد یکے بعد دیگرے بارہ امام ہوئے جنکی آخر فرد کو خداوند عالم نے باقی رکھا ہے اور جبتک مشیت ہوگی باقی رکھیگا جسکا ثبوت اپنے موقع پر قرآن سے حاضر کرونگا۔

لیکن اس کے ثبوت میں کہ ہر زمانہ میں ایک شہید۔ شفیع محشر یا امام رہیگا ملاحظہ ہو سورہ النحل رکوع ۱۲۔ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ، یعنی یاد کرو اس دن کو جب ہم گروہ میں سے انہی میں کا ایک گواہ یعنی ان کے ہمعصر ایک گواہ اُنکے مقابل لا کھڑا کرینگے اور اے رسول تم کو ان گواہوں پر گواہ بنا کر لا کھڑا کر دیں گے

اس آیت میں شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ قابل توجہ ہے۔ اس طرح جہاں بھی قرآن پاک میں اَنْفُسِهِمْ آیا ہے وہاں مراد ہمعصر۔ ہمراہی۔ ہم صحبت۔ ہم جلیس ہے۔ جیسا اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ میرے ہمعصر، ہمراہی۔ ہم جلیس۔ ہم صحبت اور تمہارے ہمراہی۔ ہم جلیس یا ہم صحبت (سورہ آل عمران رکوع ۶) إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ یعنی جب خدا نے ان کے درمیان ان کے ہمعصر سے ایک رسول بھیجا (سورہ آل عمران رکوع ۱۷) اس معنی کو قبول کرنیکے بعد یہ امر بدیہی ہے کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ ہر گروہ کے ہمعصر سے ایک گواہ کھڑا کریگا جو اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں پر

گواہ ہوگا تاکہ ان کے نامہ اعمال اور افعال پر گواہی دیوے اور خدا کی حجۃ پوری ہو کہ ہر زمانہ میں اسکی
ایک حجۃ تھی جس پر ایمان رکھنا اور جس کی ہدایت پر چلنا واجب تھا اور جو گزشتگان کے اعمال و افعال
کا ناظر تھا اور جو ہمارے اعمال و افعال پر ناظر ہے اور آئندہ ناظر رہیگا۔ اس حجۃ خدا کی شناخت کیسے
ہو سکتی ہے۔ اولاً اسکی شناخت خود قرآن پاک میں ہونا چاہیئے۔ دوسرے خود اُس حجۃ خدا کو دعوی کرنا
چاہیئے کہ میں خدا کا گواہ ہوں میں اسکی حجۃ ہوں تیسرے رسولخدا کو اسکی تصدیق کرنا چاہیئے مثلاً جیسے
رسولخدا کے متعلق کتب سابقہ میں پیشینگوئی ہے ویسے ہی ان گواہان خدا کے متعلق قرآن میں خبر ہونا
چاہیئے پھر جیسے انبیاء نے رسولخدا کے متعلق گواہی دی ویسے ہی رسول خدا صلعم کو اپنے بعد کے
گواہوں اور حجۃ خدا کے متعلق گواہی دینا ضرور ہے پھر جیسے رسولخدا صلعم اور دیگر انبیاء نے اپنی اپنی
نبوت کا اعلان فرمایا ویسے ہی ان گواہان اور حجۃ خدا کو اپنا اپنا اعلان کرنا واجب ہے ورنہ امت
کہہ سکتی ہے کہ نہ کسی نے حجۃ خدا اور گواہ خدا ہونے کا دعوی کیا اور نہ ہم نے اسکو پہچانا۔ ابھی تین
آیتوں کا میں نے ذکر کیا ہے جس میں رسول کے سوا کچھ گواہوں کا ذکر ہے اور تیسری آیت میں بوضاحت
تمام ہے کہ یہ گواہ ہر زمانہ میں رہیگا تاکہ ہر گروہ کے ساتھ اس کے ہمعصر سے ایک گواہ اور حجۃ خدا
حاضر ہو کر اپنے اپنے وقت کے لوگوں کے متعلق گواہی دیسکے اور دوسری آیت میں وہ وصف
ان کا بیان ہے جو سوائے شیعوں کے بارہ اماموں کے دوسرے پر صادق ہی نہیں آتا۔ یہی وہ
حضرات ہیں جنہوں نے دعوی کیا ہے کہ ہم حجۃ خدا ہیں۔ ہم شہید خدا ہیں۔ ہم امام ہیں، ہم شفیع یوم جزا
ہیں اور رسولخدا صلعم نے ان لوگوں کی تصدیق فرمائی ہے اور انہی کے متعلق فرمایا ہے مَنْ مَاتَ
وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِيْتَةً الْجَاهِلِيَّةِ یعنی جو شخص مر گیا اور اپنے زمانہ کے امام
کو نہ پہچانا وہ جاہلیت یعنی کفر کی موت مرا۔ غرض اول آیت میں نامۂ اعمال۔ انبیاءؑ اور شہداؑ کا ذکر ہے
اور امامت سے انکار کرنیوالوں کو موقع ملا کہ کہدیں کہ شہدا سے مراد فرشتہ ہیں جو گواہی کیلئے طلب
ہونگے لیکن بعد والی دو آیتوں میں اسکی تصریح کر دی ہے کہ شہدا تو عام انسان پر گواہ ہونگے اور رسولؐ
ان شہدا پر گواہ ہونگے تب شہدا سے فرشتے مراد لینے کا موقع نہ رہا اسلیے کہ رسولخدا صلعم

فرشتوں کے بارے میں کیا فرماسکتے ہیں ہاں یہ فرماسکتے ہیں کہ کس کس گواہ کو آپ نے حجۃ خدا مقرر فرمایا تھا اور کس کس کے متعلق وصیت کی تھی اور کون کون خود ساختہ ہادی اور پیشوا بن گئے اور لوگوں کو جہنم کا راستہ دکھایا۔ بہرکیف ان دونوں آیتوں میں جب شہید سے فرشتہ مراد لینے کا موقع نہ رہا تب امام اور شفیع یوم جزا اور حجۃ خدا سے انکار کرنیوالوں نے یہ معنی بنایا کہ ان دونوں آیات میں شہید سے مراد کل انبیار سابقین ہیں جو اپنی اپنی امت پر گواہی دینگے اور رسولخدا صلعم اسلئے طلب ہوں گے کہ وہ گواہی دیویں کہ انبیار سابقین نے اپنی اپنی امت کو خدا کا پیغام پہنچا دیا۔

اس معنی میں کئی قباحت ہے۔ اول یہ کہ اور انبیار اپنی اپنی امت کے گواہ قرار پاتے ہیں اور رسولخدا صلعم ان انبیار کے گواہ بنتے ہیں اور امت محمدی بغیر گواہ کے رہ جاتی ہے دوسرے رسولخدا صلعم اُسوقت کی کیا خبر دینگے جب آپ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اپنے قبل کے صرف اُن امور کو جانتے تھے جن کے متعلق آپ کو وحی سے خبر دیگئی تھی اور دوسری باتوں کی آپ کو خبر نہیں تھی۔

سورہ آل عمران رکوع ۵۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ؕ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ ۪ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ یعنی "اے رسولؐ یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم تمہارے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجتے ہیں اور تم پرستاران مریمؑ کے پاس موجود تھے جب وہ لوگ اپنا قلم دریا میں بطور قرعہ ڈال رہے تھے کہ دیکھیں کون مریمؑ کا کفیل بنتا ہے اور نہ تم اسوقت ان لوگوں کے پاس تھے جب وہ لوگ آپسمیں جھگڑ رہے تھے"۔ اسی طرح سورہ یوسف رکوع ۱۱ میں ہے کہ "اے رسولؐ یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جسے ہم تمہارے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجتے ہیں اور جسوقت یوسفؑ کے بھائی باہم اپنے کام کا مشورہ کر رہے تھے اور ان کے ہلاک کرنیکی تدبیریں کر رہے تھے تم ان کے پاس موجود نہ تھے"۔ غرض قرآن پاک فرماتا ہے کہ محمد مصطفٰے صلعم کو اپنے قبل کی کوئی بات معلوم نہیں ہے سوائے ان کے جنکو خداوند عالم نے وحی کے ذریعہ سے بیان کر دیا تھا۔ اور قبل کی باتوں میں سے جو خبر رسولخدا صلعم کو کی گئی وہ بہت کم تھی جیسا سورہ المومن رکوع ۸ میں ہے وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ

مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ یعنی تم سے پہلے ہم نے بہت سے
پیغمبر بھیجے ہیں ان میں سے بعض کے حالات تم سے بیان کیا ہے اور بعض ایسے ہیں جن کے
حالات تم سے نہیں بیان کیا ہے پس ایسی حالت میں کیسے رسولخدا صلعم انبیار سالقین یا اُنکی
امت کے گواہ ہوسکتے ہیں اور کیسے امم سالقین رسولخدا کو گواہ تسلیم کرینگے وہ تو کہہ دینگے کہ ان کو
نہ دیکھا نہ انکا نام سنا۔ یہ کیسے گواہ ہیں۔ کیا خدا بھی ساختہ پرداختہ گواہ لاسکتا ہے ؟۔

تیسرے۔ آیات زیر بحث میں شہید سے انبیار ماسبق مراد لینا اور رسولخدا صلعم کو انکا گواہ
گرداننا حضرت عیسیٰؑ کے متعلق جو خبر قرآن پاک میں ہے اسکی مخالفت کرکے اختلاف پیدا کرتا ہے
قرآن فرماتا ہے کہ جب خدا حضرت عیسیٰؑ سے پوچھیگا کہ آپ نے اپنی والدہ اور اپنے کو خدا بنانے
کو کہا تھا تو عرض کرینگے کہ میں جبتک دنیا میں تھا یہ بات نہیں ہوئی تھی اور بعد کی مجھکو خبر نہیں ہے
وہ تو ہی جانتا ہے۔ یعنی آپ جبتک دنیا میں تھے اسوقت تک آپ کی امت نے کسی مخلوق کو خدا
نہیں کہا تھا لیکن آپکے بعد بعض لوگ دنیاوی نفع کیلئے گرجا و کلیسا کی اہمیت اور عزت
بڑھانے کی غرض سے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کو خدا کہنے لگے اور وہ سزاوار جہنم ہیں۔ اس قصہ
میں حضرت عیسیٰؑ اسوقت کے ذمہ دار ہوتے ہیں جب تک آپ دنیا میں تھے اور جب آپ دنیا سے
اٹھا لئے گئے تو آپ کو دنیا کی خبر نہیں۔ پس ہمارے رسولؐ کو کیونکر اپنی پیدائش کے قبل اور وفات
کے بعد کی خبر ہوسکتی ہے۔ اور نیز یہ کہ حضرت عیسیٰؑ یہ نہیں فرماتے کہ محمد مصطفےٰ صلعم ہمارے
گواہ ہیں کہ ہم نے سب احکام ٹھیک ٹھیک پہنچائے۔ لہذا جو معنی مخالفین امامت اقرار دیتے
ہیں وہ صحیح نہیں ہوسکتا۔ چوتھے اس معنی سے صرف انبیار کا پتہ چلتا ہے اور ان کے علاوہ
کوئی دوسرا شہید نہیں رہتا۔ حالانکہ اس کے قبل میں آیت قرآنی پیش کرچکا ہوں کہ قیامت میں
دو جماعت ایک انبیار کی اور دوسری شہدار کی انسان کے حساب و کتاب کے لئے حاضر کیجاویگی
اور بعد حساب و کتاب نیکوکار جنت میں انبیار صدیقین شہدار اور صالحین کی صحبت میں رہیں
گے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ النَّبِيّٖنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ

النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰۗىِٕكَ رَفِيْقًا ۔ یعنی جس شخص نے خدا اور رسولؐ کی اطاعت کی تو وہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر خدا نے اپنی نعمت نازل کی ہے یعنی انبیا، صدیقین شہدا اور صالحین اور یہ لوگ کیا اچھے رفیق ہونگے (سورہ النسار رکوع ۹) تو شہدا کے وجود کے انکار سے قرآنی آیات کی تکذیب ہوتی ہے جو جائز نہیں ہے۔ پانچویں ان آیات میں شہید سے انبیار سابقین مراد لینا سیاق کے بھی خلاف ہے اسلئے کہ ان آیات کے اول جملے "اس روز کو یاد کرو" اور "کیا حال ہوگا" گزشتگان سے نہیں کہے جاسکتے۔ یہ جملے انھیں سے کہے جاسکتے ہیں جو نزول آیت کے وقت موجود تھے اور بعد کو آنے والے تھے "تاکہ وہ قیامت کے نتیجے سے ڈر کر شہید کو پہچانیں اور انکی پیروی کرکے ان کی شفاعت کے امیدوار ہوں۔ اور اُن سے بچیں جو خود خلیفہ اور امام بنکر لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔ یہ دھمکی اُمم سابقہ سے نہیں ہوسکتی اور نہ اُن سے خطاب ہے اسلئے کہ اب دھمکی اور نصیحت اُن کیلئے بے سود ہے۔ الحاصل صرف امام سے انکار کرنے اور انکی حقیقت ضائع کرنے کیلئے یہ معنی ایجاد کیا گیا ہے جس سے قرآن میں اختلاف پیدا ہوتا ہے اور جس سے امت محمدی کو نہ کوئی نفع ہے نہ ان کی کوئی ہدایت ہے اسلئے کہ یہ خبر کہ ہمارے نبی امم سابقین کے گواہ ہونگے نہ امم سابقین کو کوئی نفع پہنچاتی ہے اور نہ امت محمدی کی کوئی ہدایت کرتی ہے۔ یہ خبر بالکل بے سود ہے۔ چونکہ اس معنی کا اختراع راستی اور صداقت سے دور ہے اسلئے مخالفین امامت اس معنی پر بھی قیام نہیں کرتے اور دوسری آیت میں جسکا ابھی ذکر آتا ہے کل انبیار کو انکے منصب سے علیحدہ کرکے کہتے ہیں کہ امت محمدی ہی کل امم سابقین پر گواہ بنیگی۔ اور رسولخدا اپنی امت کے گواہ ہونگے اور باقی اور سب انبیا صرف کھڑے تماشا دیکھیں گے۔ کیسی کیسی بے سروپیر کی باتیں بنائی جاتی ہیں تاکہ حق پر پردہ پڑے اور امام حق کی طرف مسلمان متوجہ نہ ہوں۔

میری عرض ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے زمانہ کے شہید اور حجۃ خدا کو پہچانیں اور اسکی پیروی کرکے خوشنودی خداوند عالم حاصل کرکے مستحق مغفرت ہوں۔ ان آیات میں شہید سے

مراد سوائے بارہ امام کے دوسرا نہیں ہوسکتا اور نہ کسی دوسرے نے اسکا دعوی کیا ہے اور
انھیں کی پیروی سے انسان صلاح و فلاح دارین حاصل کرسکتا ہے ۔ دوسری آیتیں جو شہید
کے متعلق ہیں اسمیں خود خطاب انھیں شہید سے ہے یعنی اُن لوگوں سے خطاب ہے جو نزول
آیت کے وقت موجود تھے یا بعد کو پیدا ہونیوالے تھے ۔ لہذا ایسی آیتوں کے ملاحظے کے بعد کسی
کی جو خداوند عالم سے ڈرتا ہے یہ کہنے کی مجال نہیں رہتی کہ شہید سے مراد رسولخدا کے قبل کے انبیا ہیں۔
سورہ البقرہ رکوع ۱۷ میں خداوند عالم ان شہیدوں کو مخاطب کرکے فرماتا ہے :- وَكَذٰلِكَ
جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط
یعنی اسی طرح (یعنی مثل قبلہ کے) تم کو عادل امت یا بیچ والی امت بنایا تاکہ انسان کے بارہ میں
تم گواہ بنو اور رسول تمہارے مقابلہ میں گواہ بنیں ۔ اس آیت میں خود شہیدوں سے خطاب ہے
جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو شہید انسان پر گواہی کیلئے بلائے جاوینگے اور جنکی خبر قرآن پاک
میں ہے وہ نہ فرشتے ہیں اور نہ انبیاء ماسبق ہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی کچھ فرد کم سے کم اسوقت
موجود تھی اور باقی آئندہ آنے والی تھی ۔ مخالفین امامت نے بھی اسکو محسوس کیا ہے اور مذکورہ بالا
آیتوں میں جو معنی پرویا ہے اسکو بقول دروغگو را حافظہ نباشد بھول کر سب انبیاء کو ان کے
منصب سے برطرف کردیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ امت محمدی تمام دنیا کے
انسان پر گواہ ہوگی اور رسولخدا اپنی امت پر گواہ ہونگے ۔ حالانکہ ایک جملہ بھی اس آیت کا تمامی
امت محمدی پر صادق نہیں آتا ۔ خداوند عالم فرماتا ہے اُمَّةً وَّسَطًا ۔ امت کے معنی جماعۃ اور گروہ
وسط کے معنی بیچ والا اور عادل ۔ امت محمدی بیچ والی امت نہیں کہی جاسکتی اسلئے کہ نہ رسولخدا ص
کے بعد کوئی نبی ہے اور نہ آپکی امت کے بعد کوئی دوسری امت ہے ۔ آپ نبی آخر الزماں ہیں اور آپکی
امت آخر ہے ۔ لہذا اسکو بیچ والی امت کہنا درست نہیں ہے ۔ وسط معنی عادل کے بھی ہیں تو ساری
امت محمدی کو امت عادل بھی نہیں کہہ سکتے ۔ کیونکہ اس امت میں غاصب ۔ ظالم ۔ خطا کار ۔ خونی اور
دوسری طرح کے برُے لوگ بھی ہیں اور اس زمانہ میں یہ ایسے گرے ہوئے ہیں کہ عوض دوسری امت

ہر گواہ و ناظر ہونیکے خود عیسائیوں کی نگرانی اور حفاظت اور ماتحتی میں زندگی بسر کر رہے ہیں ایسی
حالت میں یہ بالکل لغو ہے کہ ان کو وہ منصب عنایت ہو جو انبیا ر اولوالعزم کو بھی نصیب نہیں ہے
یعنی ان لوگوں کی نسبت گواہی دینا جو ان سے قبل گزر گئے ہیں اور جنکی ان کو خبر بھی نہیں ہے اور موجودہ
زمانہ کے مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ ان کو یہ بھی نہیں معلوم ہے کہ امریکہ کہاں ہے اور افریقہ کہاں
ہے اور اسٹریا کہاں ہے اور ان ممالک کے لوگ کافر ہیں یا مسلمان۔ پس ایسے لوگوں کو خدا کا
گواہ ماننا عقل اور ایمان کا خون کرنا ہے اس کے علاوہ قبل کی آیت میں ہے کہ قیامت میں جو
گواہ اور حجت خدا ہونگے وہ ہر انسان کے ہمعصر سے ہونگے تو امت محمدی قبل کے انبیا اور امتوں کے
مقابلہ میں کیونکر گواہ ہو سکتی ہے۔ یہ بھی ہر شخص جانتا ہے کہ ہر نبی کو اپنے نبی ہونیکی خبر ملجاتی تھی
اور وہ یہ بھی جان جاتے تھے کہ کس قریہ اور کن لوگوں کیلئے وہ نبی پیدا ہوئے ہیں اور ان کو
کیا کرنا ہے تو نہ معلوم امت محمدی کی تقرری کیسی ہے کہ انکو نہیں معلوم ہے کہ وہ حجۃ خدا اور
گواہ خدا ہیں اور نہ انکو یہ معلوم ہے کہ اس منصب کے عنایت ہونیکے بعد انکا دنیا کے لوگوں کے
ساتھ کیا فرض ہے اور انکو کیا کرنا چاہیئے۔ لفظ شہید بھی تمامی امت محمدی پر صادق نہیں آتا۔
شہید کے معنی ایسا گواہ ہے جس کے علم سے کوئی بات غائب نہ ہو لغت میں ہے۔ الشہید
الذی لا یغیب شیٔ عن علمہ یعنی شہید وہ ہے جس کے علم سے کوئی بات غائب نہیں ہوتی یعنی
خداوند عالم نے اس کو ایسی بصیرت دی ہے کہ وہ سب باتیں جانتا ہے اور کوئی بات اس سے
پوشیدہ نہیں رہتی۔ یہ وصف امت محمدی میں سوائے ائمہ اثنا عشر کے نہ کسی میں ہے اور نہ کسی
کے متعلق اس وصف کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ لہذا امت وسط سے عام امت محمدی مراد نہیں
ہو سکتی ہاں اس آیت کا لفظ لفظ ائمہ اثنا عشر پر صادق آتا ہے۔ وسط کے معنی اگر بیچ والی گروہ لیا
جاوے تو ائمہ ہی رسولخدا اور آپ کی امت کے بیچ میں ہیں یعنی رسولخدا کے ماتحت اور عام امت
سے بالاتر۔ لہذا امت وسط کہنا درست ہوگا۔ وسط کے معنی اگر عادل لیا جاوے تو ان بارہ اماموں
کے عادل ہونے میں نہ کسی نے شک کیا ہے نہ شبہہ اور یہ حضرات صحیح معنی میں شہید بھی تھے

جن سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہتی۔ اگر ائمہ کو شہید یعنی ایسے گواہ خدا جن سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہتی قبول نہیں کیا جائے تو امت محمدی میں کوئی بھی شہید نہیں رہتا اور قرآن پر کذب کا الزام عائد ہوگا اور کہنا پڑیگا کہ قرآن میں ایسے اوصاف کے لوگوں کا ذکر ہے جنکا وجود نہیں ہے اور ایسا خیال کفر ہے۔ لہذا کہنا پڑیگا کہ امت محمدی میں کچھ لوگ شہید ہیں جنکو امت کی ہر فرد کی ہر بات کی خبر ہوتی ہے اور اس وصف کا دعویٰ سوائے ائمہ اثنا عشر کے دوسرے کی نسبت نہیں ہے (یہ وہ اوصاف ائمہ کے ہیں جنکو میں اس رسالہ میں قرآن ہی سے ثابت کرتا ہوں)

الحاصل ائمہ اثنا عشر کو امت وسط فرما کر خداوند عالم قرآن پاک میں انکا منصب بیان فرماتا ہے۔ اس آیت کو لفظ کَذٰلِكَ سے شروع کرتا ہے کذالك کے معنی" اسی طرح" اور یہ لفظ اسوقت استعمال ہوتا ہے جب ایک امر کو دوسرے کے مشابہ کہنا منظور ہو جہاں امت وسط کا ذکر ہے وہاں اس کے قبل اور بعد خداوند عالم خانہ کعبہ کا ذکر فرماتا ہے کہ اوّلاً بیت المقدس کو قبلہ اس لئے قرار دیا تھا کہ جب صحیح قبلہ کی طرف مسلمانوں کو مونہہ کرنیکا حکم ہو تو مومن کی شناخت ہو جائے اور وہ لوگ بھی پہچان لئے جاویں جو الٹے پیر پھر جانیوالے ہیں سورہ البقرہ رکوع ۱۷۔ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ۔ یعنی بیت المقدس کو صرف اسلئے قبلہ کیا تھا کہ اسکے بدلنے کیوقت ہم پہچان لیں کہ کون رسولؐ کی سچی پیروی کرتا ہے اُن سے جو الٹے پاؤں پھر جانیوالے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ جیسے خانہ کعبہ کی طرف سجدہ کرنیکے حکم سے مومن اور منافق کی تمیز ہو گئی۔ ویسی ہی اُمت وسط کی اطاعت کے حکم سے مومن و منافق کی تمیز ہو گی۔ یعنی جس نے امت وسط کو پہچانا انکی پیروی کی وہ مومن صادق اور جس نے ان سے انکار کیا ان کے مخالفین کے ساتھ ہو کر ان پر ظلم و جور کیا اور ان سے علیحدہ رہے وہ سب منافق ہیں۔

اب اس آیت کے مطابق دعویٰ ہونا چاہیئے یعنی افراد امت وسط کو دعویٰ کرنا چاہیئے کہ ہیں امت وسط ہوں تاکہ خدا کی حجۃ پوری ہو۔ تو حضرت علی علیہ السلام کا یہ دعویٰ ہے سلیم ابن

قیس سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ امت عادل اور لوگوں پر گواہ ہم ہیں اور خاص ہم ہی اس سے مقصود ہیں اور حضرت رسولؐ ہم پر گواہ ہیں اور ہم گواہان خدا ہیں اس کی مخلوق پر اور اسکی حجۃ ہیں زمین پر اور ہم ہی وہ ہیں جن کے بارہ میں خدا نے کذالک جعلنا کم امۃ وسطا فرمایا ہے (دیکھو شواہد التنزیل امام ابو القاسم حسکانی)

اس دعوی کی تصدیق رسولخدا صلعم فرماتے ہیں عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلعم مثل علی فی ھذہ الامۃ کمثل الکعبۃ النظر علیھا عبادۃ والحج الیھا فریضہ (اخرجہ ابن المغازلی فی المناقب) یعنی ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ مثل کعبہ کے ہیں اور اسکی طرف نگاہ کرنا عبادت ہے اور اسکا حج فرض ہے۔ دوسری حدیث عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلعم لعلی انت بمنزلۃ الکعبۃ توتی ولا تاتی فان اتاک ھؤلاء القوم فسلموک ھذا الامر فاقبل منھم وان لم یاتوک فلا تاتھم حتی یاتوک (اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار و اخرجہ ابن الاثیر عن علی فی اسد الغابہ) ابن عباس سے روایت ہے کہ رسالتمآب صلعم نے علیؑ سے فرمایا کہ تم بمنزلہ کعبہ کے ہو چاہیے کہ لوگ تمہارے پاس آئیں نہ کہ تم لوگوں کے پاس جاؤ۔ پس اگر یہ قوم تمہارے پاس آ کر امر خلافت کو تمہارے سپرد کرے تو اسکو قبول کرنا اور اگر نہ آئے تو خود تم انکے پاس مت جانا یہانتک کہ خود تمہارے پاس آویں (دیکھو ارجح المطالب صفحہ ۴۸۰)

خلاصہ یہ کہ قرآن پاک امت وسط کو جو کل انسان پر گواہ ہونگے کعبہ کے مانند کہتا ہے اور رسولخدا صلعم فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ مثل کعبہ کے ہیں اور حضرت علیؑ دعوی کرتے ہیں کہ امت وسط سے ہم مراد ہیں تو نتیجہ صریح یہ ہے کہ حضرت اور آپکی ایسی اور ذات مقدس جو امت پر گواہ ہونگے وہ سب مثل کعبہ کے ہیں جنکی اطاعت سے مومن پہچانے جاتے ہیں اور جنکی نافرمانی سے منافق پہچانے جاتے ہیں۔ اور یہ وہ اوصاف ہیں جن کا کسی نے سوائے ائمہ اثنا عشر کے دعوی نہیں کیا ہے۔ اس بنا پر رسولخدا صلعم نے فرمایا مثل اھلبیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا غرق یعنی میرے اہلبیتؑ کی مثال کشتی نوحؑ کی ہے جو اس میں داخل ہوا وہ ناجی ہوا اور جس نے اس سے تخلف کیا یعنی چھوڑا وہ غرق اور ہلاک ہوا۔

چونکہ آیت زیر بحث میں خطاب اُن لوگوں سے ہے جو اُس کے نزول کے وقت موجود تھے اور خدا فرماتا ہے کہ تم کو یعنی مخاطب کو میں نے امت وسط قرار دیا ہے تاکہ تم لوگ عام انسان پر گواہ ہو اور رسول تم لوگوں پر گواہ ہونگے۔ لہذا کوئی شک نہیں ہے کہ جن شہیدونکا قبل کی آیات میں ذکر ہے وہ سب امت وسط ہیں جو نزول آیت کے وقت موجود تھے اور جنکو خدا مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تم لوگ مثل کعبہ کے ہو اور تم ہی لوگ عام انسان پر گواہ ہوگے۔ لہذا شہید سے انبیاء ماسبق ہرگز مراد نہیں ہوسکتے اور جو اس طرح کا مطلب بنا کر قرآن پاک میں اختلاف پیدا کرتا ہے اسکو خدا سے ڈرنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ وہ قیامت میں اندھا اٹھایا جاوے۔

۵ قرآن پاک نے ائمہ اور حجۃ خدا کی تعریف اتنے ہی پر نہیں ختم کر دی ہے بلکہ انکا حسب و نسب بھی بیان کر دیا ہے تاکہ مسلمانوں کو ان کی شناخت میں اشتباہ نہ ہو اور خداوند عالم کی حجۃ تمام ہو سورہ الحج رکوع ۱۰۔ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ یعنی اسی نے تم کو برگزیدہ کیا اور دین میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی وہ دین جو تمہارے باپ ابراہیمؑ کا مذہب ہے۔ انھوں نے تمہارا نام مسلم یعنی فرماں بردار رکھا قبل میں بھی اور اس زمانہ میں بھی تاکہ رسول تم پر گواہ بنیں اور تم لوگ تمام انسان پر گواہ بنو۔

اس آیت میں خداوند عالم کچھ لوگوں کو جنکی کچھ فرد نزول آیت کے وقت موجود تھی خطاب کر کے فرماتا ہے کہ میں نے تم کو برگزیدہ کیا ہے۔ یعنی تم لوگ مجتبیٰ ہو تم حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہو اور حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو قبل میں بھی مسلم نامزد کیا تھا۔ اس زمانہ میں بھی مسلم کہا ہے جن کے بارے میں قیامت میں رسولخدا تصدیق کرینگے اور یہ لوگ اپنے اپنے زمانہ کے انسان پر گواہ ہوں گے۔ ہے کوئی شخص امت محمدی میں جو دعوے کرے کہ اس آیت اور قبل والی آیت میں وہ مخاطب ہے اور جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا اور اجْتَبٰكُمْ میں جو کُمْ یعنی تم لوگ ہے اس سے وہ لوگ مراد ہیں جب کسی صحابی نے یہ دعوی نہیں کیا ہے تو اپنے غیر کو مصداق ٹھہرانا قرآن کے ساتھ تمسخر کرنا ہے۔ ہاں آل رسولؐ نے دعوی کیا ہے کہ کُمْ سے وہ لوگ مراد ہیں۔ اور رسولخدا نے ان کی تصدیق فرمائی ہے۔ قبل کی آیت

ہیں انکو کعبہ کا ہمسر کہا گیا ہے اور اس آیت میں ان کا حسب ونسب بیان کیا جاتا ہے۔
چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کا اپنی اولاد کو اپنی زمانہ میں اور بعد کے زمانہ میں مسلم نامزد کرنیکا ذکر سورہ البقرہ رکوع ۱۵ میں یوں ہے رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ ۔۔۔۔۔۔۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ یعنی اے ہمارے پالنے والے تو ہمیں اپنا فرمانبردار بندہ بنا اور ہماری ذریت سے ایک گروہ کو اپنا فرمانبردار بنا۔ ۔ ۔ اے میرے پالنے والے تو ان میں سے ایک رسولؐ کو پیدا کر جو ان کو تیری آیتیں پڑھکر سنائے اور کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کو پاکیزہ کرے بیشک تو ہی غالب اور صاحب تدبیر ہے۔" اس دعا کے مطابق اول زمانہ میں حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمعیلؑ دو مسلمان ہوئے اور اسی دعا کے مطابق محمد مصطفےٰ حضرت ابراہیمؑ کی ذریت سے نبی ہوتے اور ان تینوں ذات مقدس کو ہم لوگ پہچانتے ہیں لیکن جو حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے مطابق رسولخدا کے زمانہ میں امت مسلمہ ہوئی جو قیامت میں ہمپر گواہ ہوں گے انکو مخالف امامت نہیں پہچانتے اور نہ پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے بارے میں اختلاف کرکے دوسروں کو بھی ان کی معرفت حاصل کرنے سے منع کرتے ہیں۔ جیسا حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنی نبوت اور رسالت کا اعلان کیا ویسا ہی رسولخدا نے اپنی رسالت کا اعلان کیا اور ضرور ہے کہ امت مسلمہ جسکو خداوندعالم نے ہمپر شہید مقرر کیا ہے وہ بھی اپنا اپنا اعلان کرے اور رسولخدا صلعم ان کی تصدیق کریں تاکہ ہم پر حجت خدا ختم ہو اور یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ہم نے امام و شہید کو اسلئے نہیں پہچانا کہ نہ کسی نے اس کا دعوٰی کیا اور نہ خدا اور رسولؐ نے ہمکو ان کا پتا بتایا۔ تمام اخبار۔ تواریخ وحدیث کو الٹ جایئے لیکن سوائے اہلبیت رسوؐل کے کوئی دعویدار امت مسلمہ ہونیکا نہیں ملیگا۔ انھیں حضرات نے دعوٰی اور اعلان کیا ہے کہ ہم امت مسلمہ ہیں اور ہم ہی آدمیوں پر خدا کے گواہ ہیں اور رسولخدا بھی انکی تصدیق کرتے ہیں۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ "حضرت ابراہیمؑ کی دعا میں امت مسلمہ سے مراد بنی ہاشم ہیں جنمیں حضرت محمد مصطفےٰؐ و آپ کے اہلبیتؑ ہیں۔" انہی کو مخاطب کرکے خداوندعالم فرماتا ہے هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ الخ یعنی اسی خدا نے

تم کو مجتبیٰ یعنی برگزیدہ بنایا اور دین میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی وہ دین جو تمہارے باپ ابراہیمؑ کا ہے۔ انھوں نے تمہارا نام مسلم یعنی فرماں بردار رکھا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔ اس آیت کی تفسیر میں رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ "مراد اس سے تیرہ آدمی ہیں اور سوائے ان کے اور کوئی نہیں ہے میں اور بھائی میرا علیؑ اور گیارہ میرے فرزند" اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "رسولخدا صلعم تو ہمارے گواہ ہوں گے اور ہم گواہ ہوں گے سب آدمیوں کے بروز قیامت"۔ اب تو قرآن کی آیات سے اور احادیث سے یہ امر بخوبی ثابت ہو گیا کہ امام۔ شہیدا امت وسطا و امت مسلمہ سے جو دنیا میں حجت خدا ہیں اور قیامت میں میرے گواہ ہونگے اور میری شفاعت کرینگے وہ ذوات مقدسہ مراد ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے ہیں جن کو خدا نے مجتبیٰ یعنی برگزیدہ بنایا ہے اور جن کی کچھ فرد نزول آیت کے وقت موجود تھیں۔ اور یہ کہ ان جملوں سے نہ انبیاء سابق مراد ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کی اولاد نہ تھے۔ نہ کل امت محمدی مراد ہے اسلئے کہ کل امت محمدی حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے نہیں ہے۔ اس امت میں عجمی۔ ہندی۔ افغانی و دیگر قبائل عرب و دیگر مسلمانان دنیا سب شامل ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کی ذریت سے نہیں ہیں۔ نہ کل امت برگزیدہ خداوندعالم کہی جاسکتی ہے اسلئے کہ اجتبیٰ کے معنی برگزیدہ یعنی معصوم بنانا ہے۔ جیسا سورہ النحل رکوع ۱۶ میں حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں ہے۔ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ یعنی حضرت ابراہیمؑ کو برگزیدہ یعنی معصوم کیا اور ہدایت کی پھر سورہ طٰہٰ رکوع ۷ میں حضرت آدمؑ کے بارے میں ہے ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ یعنی پھر حضرت آدمؑ کو خدا نے برگزیدہ کیا وغیرہ وغیرہ۔ سوائے ائمہؑ کے کسی کے بارے میں یہ دعویٰ نہیں ہے۔ کہ امت محمدی میں کوئی دوسرا بھی معصوم ہے اور یہی شہید ہیں جو قیامت میں ہر زمانہ کے لوگوں پر گواہ ہونگے اور انکی شفاعت کرینگے۔ ان شہداء کو امت وسط کہکر خداوندعالم نے کعبہ سے مشابہت دی۔ انکو امت مسلمہ کہکر خداوندعالم نے بتایا کہ یہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے ہیں۔ اور جیسے رسولخدا صلعم حضرت ابراہیمؑ کی دعا سے مبعوث ہوئے اسی طرح امت مسلمہ کو حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے مطابق خداوندعالم نے خلق کرکے برگزیدہ اور معصوم کیا تا کہ عام امت پر گواہ ہوں۔ اب امت وسط سے کل امت مراد لینے کی گنجائش نہ رہی بلکہ امت وسط محدود ہے ذریت ابراہیمؑ میں اور پھر ذریت ابراہیمؑ میں سے وہی لوگ

مراد ہیں جنکو خداوندعالم نے برگزیدہ کیا ہے اور نزول آیت کے وقت سے اسوقت تک سوائے بارہ اماموں کے کوئی ذریت ابراہیم میں ایسا نہیں ہے جسکو برگزیدہ اور معصوم کہا جائے۔ اب ان برگزیدگان خداوندعالم کے دوسرے اوصاف بیان ہوتے ہیں۔

۲ قرآن پاک فرماتا ہے کہ ان برگزیدگان کو خداوندعالم نے ایسا علم عطا فرمایا کہ ان کی ذات مظہر العجائب والغرائب قرار پائی۔ سورہ فاطر رکوع ۴۔ وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ۚ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ ؕ یعنی ہم نے جو کتاب تمہارے پاس اے رسولؐ وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے وہ بالکل ٹھیک ہے اور جو سامنے موجود ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے بیشک خدا اپنے بندوں سے خوب واقف ہے اور دیکھ رہا ہے پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے انکو کتاب کا وارث کیا جن کو ہم نے مصطفٰے بنایا یعنی جن کو برگزیدہ کیا۔ کیونکہ بندوں میں سے کچھ تو اپنے اوپر ستم ڈھاتے ہیں اور کچھ ان میں سے اعتدال پر ہیں اور کچھ لوگ بتوفیق خداوندعالم نیکیوں میں گوئے سبقت لیگئے ہیں اور یہ (انتخاب وسبقت) خدا کا بڑا فضل ہے۔

اس آیت میں خداوندعالم فرماتا ہے کہ رسول خدا صلعم کے بعد کچھ لوگوں کو کتاب کا وارث کیا ہے اور یہ لوگ مصطفٰے یعنی برگزیدہ ہیں اور نیکی میں اوروں پر سبقت لیگئے ہیں۔ ہے کوئی امت محمدی میں جسکا دعویٰ ہو کہ وہ مصطفٰے یعنی برگزیدہ خدا ہے اور کتاب کا وارث اور نیکی میں دوسروں پر سبقت لے گیا ہے۔ برگزیدہ چند ہی افراد ہوا کرتے ہیں امت محمدی میں خداوندعالم امت مسلمہ کو مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ تم کو مجتبیٰ یعنی برگزیدہ کیا اور اس آیہ کریمہ میں فرماتا ہے کہ جن کو مصطفٰے بنایا یعنی برگزیدہ کیا ان کو کتاب کا وارث کیا اور یہ لوگ نیکی میں اوروں پر سبقت لیگئے ہیں۔ کوئی شک نہیں ہے کہ ان برگزیدگان خدا سے وہی ذوات مقدسہ مراد ہیں جنکو امت مسلمہ کہکر خداوندعالم نے مجتبیٰ یعنی برگزیدہ کہا ہے اور ان کو جو علم عنایت ہوا ہے اسکی خبر دیکر عام انسان پر گواہ ہونیکا مستحق اور اہل بنایا ہے اور پھر عام انسان سے جو ان میں فرق ہے اور جو انکا درجہ ہے اسکو خداوندعالم

اس آیت میں بیان فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اس کے بندوں میں بعض ظالم ہیں جو بدکاری کرکے خود اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں۔ بعض اعتدال پر ہیں یعنی صالحین۔ اور تیسرے وہ لوگ ہیں جو مصطفیٰ یعنی برگزیدہ ہیں اور جو اوروں پر نیکیوں میں سبقت لیگئے ہیں اور ان اوصاف کی تعریف میں فرماتا ہے کہ مصطفیٰ اور برگزیدہ ہونا اور نیکیوں میں سبقت لیجانا خدا کا بڑا فضل ہے۔ یعنی رسولخدا صلعم کے بعد یہی لوگ وارث کتاب ہیں اور رسولخدا صلعم کے ماتحت اور امت سے بالاتر جس سے انکا امت وسط ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ اور امت وسط سے ائمہ اثنا عشر کا مراد ہونا اوپر ثابت کیا گیا ہے۔ غرض اس آیت کے متعلق بھی امت محمدی میں کسی کا سوائے ائمہ اثنا عشر کے دعویٰ نہیں ہے کہ وہ مراد ہے۔ چنانچہ سفیان ثوری نے سدی سے روایت کی ہے کہ امیرالمومنینؑ و امام المتقین نے فرمایا کہ میں نے رسولخدا صلعم سے اس آیت کی تفسیر میں سنا ہے کہ اُن حضرتؐ نے فرمایا کہ مراد الذین اصطفینا سے اور اورثنا الکتب سے میری اولاد ہیں۔ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ برگزیدہ اور وارث علوم انبیاء ہم ہیں۔

ابو حمزہ ثمالی نے روایت کی ہے کہ میں خدمت میں امام زین العابدینؑ کے تھا کہ دو مرد عراق کے رہنے والے آپ کی خدمت میں آئے اور اس آیت کے مصداق کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ واللہ ہم اہلبیتؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے اور تین مرتبہ اسی طرح فرمایا۔ امام رضا علیہ السلام سے کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ سابق بالخیرات امام ہے۔

بہرکیف آئمہ اثنا عشر کا دعوےٰ ہے کہ وہ برگزیدہ خدا ہیں یعنی مصطفیٰ ہیں اور وارث کتاب ہیں۔ جو برگزیدہ خدا ہوتے ہیں ان پر سلام بھیجنا یعنی جب انکا ذکر ہو تو علیہ السلام کہنا واجب ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ النمل رکوع ۵ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى یعنی کہو کہ سب تعریف خدا کیلئے ہے اور سلام ہے ان بندوں پر جن کو اس نے برگزیدہ کیا ہے۔ لہٰذا جیسے خدا پر حمد کرنا واجب ہے اُسی طرح ان بندوں پر جن کو نزول آیت کے وقت اصطفینا یعنی برگزیدہ کہا ہے ان پر سلام کرنا یعنی علیہ السلام کہنا واجب ہے۔ ہے کوئی سوائے بارہ اماموں کے دنیا میں جس پر کوئی علیہ السلام کہتا ہو؟ جو رسولخدا صلعم کے سوا کسی پر سلام نہیں کرتے ان کو

جوابدہی کرنی ہوگی کہ اس حکم اسلام کی تعمیل کیا کہ نہیں اور اگر تعمیل کیا تو کس پر سلام بھیجا آیت زیر بحث میں امام کی یہ ایک فضیلت خاص ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں ہے ان کی دوسری فضیلت جس کا اس آیت میں ذکر ہے وہ کتاب کا وارث ہونا ہے۔ اب جو کتاب کے وارث ہوتے ہیں اور جن کے پاس کتاب کا علم ہوتا ہے انکی قدرت کو ملاحظہ کرنا چاہئے۔ سورہ النمل رکوع ۳ میں حضرت سلیمانؑ کا یہ قصہ مندرج ہے۔ صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے" حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ اے میرے دربار کے سردارو تم میں سے کون ایسا ہے کہ قبل اس کے کہ ملکہ بلقیس اور اس کے ارکان دولت میرے پاس فرمانبردار بنکر آویں ملکہ کا تخت میرے پاس لاوے۔ جنوں میں سے ایک دیو بول اٹھا کہ قبل اسکے کہ حضورؑ دربار برخاست کریں میں تخت کو آپ کے پاس لے آؤنگا اور میں یقیناً اس پر قابو رکھتا ہوں اور ذمہ وار ہوں اس پر آصف بن برخیا (جو حضرت سلیمانؑ کے بھانجے وزیر اور خلیفہ تھے) جن کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا بولے کہ میں آپ کی پلک جھپکنے سے بھی پہلے تخت کو آپ کے پاس حاضر کئے دیتا ہوں اور حضرت سلیمانؑ نے اس تخت کو اپنے پاس دیکھا تو فرمایا کہ یہ محض میرے پروردگار کا فضل ہے" اس قرآنی قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کے پاس علم کتاب ہو۔ اس کا ایک کرتب یہ ہے کہ وہ سینکڑوں کوس کی چیز آن واحد میں حاضر کرسکتا ہے اور قرآن ہی فرماتا ہے کہ رسولخدا صلعم کے بعد کچھ برگزیدہ بندوں کو کتاب کا وارث کیا ہے۔ لہذا ضرور ہے کہ یہ بندے بھی ایسے معجزہ کرکے مظہر العجائب و الغرائب کا خطاب پاویں اور ایسے بندوں کا وجود ضرور ہے ورنہ قرآن پر کذب کا الزام عائد ہوگا۔ لہذا میرا فرض ہے کہ ان معجز نما برگزیدگان خدا کا پتہ لگاکر انکو پہچانیں اور انکی پیروی کرکے رستگاری حاصل کریں خصوصاً وہ جو ہمارے زمانہ میں برگزیدہ خدا و کتاب خدا کا وارث ہے جس کو خدا نے ہم پر گواہ مقرر فرمایا ہے۔ اگر کوئی انکار کرے کہ رسولخدا صلعم کے بعد کسی کو علم کتاب نہیں ملا تو وہ اس آیت کو جھٹلاتا ہے جس میں خدا فرماتا ہے کہ میں نے رسولؐ کے بعد کچھ بندوں کو منتخب کیا اور انکو وارث کتاب بنایا اور وارث کتاب مان کر اس سے انکار کرنا کہ اس وارث کتاب کو وہ قدرت نہ تھی جو حضرت سلیمانؑ کے بھانجے اور وزیر آصف بن برخیا کو علم کتاب رکھنے کے ساتھ حاصل تھا علم کتاب کی تحقیر کرنا ہے جو کفر ہے۔

اگر ابھی تک کسی کو برگزیدہ خدا اور وارث کتاب کا پتہ نہ ملا ہو تو وہ مشہور اور متفق علیہ حدیث رسولخدا

پر غور کرے۔ اِنّی تارکٌ فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی
وانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔ یعنی میں تمہارے درمیان دو گراں بہا چیزیں چھوڑے
جاتا ہوں ایک کتاب اللہ اور دوسرے میرے اہلبیتؑ اگر تم ان دونوں کے ساتھ تمسک کروگے تو ہرگز گمراہ
نہ ہوگے اور تحقیق یہ دونوں جدا نہ ہونگے یہانتک کہ حوض کوثر پر مجھسے آکر ملیں۔

یہ حدیث آیت مذکورہ کے محل و مقصد کو بتاتی ہے کہ کن کو خداوندعالم نے علم کتاب دیا ہے یعنی علم
کتاب اہلبیت رسولؐ کو حاصل ہے اور وہ علم ان کے ساتھ رہیگا یہانتک کہ قیامت قائم ہو اور رسولخدا
صلعم سے جا ملیں۔ اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جن سے اہلبیت کا وارث علم کتاب ہونا ثابت ہوتا
ہے۔ کافی میں ہے سمعت ابا عبداللہ علیھما السلام یقولا ان اللہ عزوجل فوض علی نبیہ علیہ
السلام امر خلقہ لینظر کیف طاعتھم وتلا ھذا الایۃ مَآ اٰتٰیکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ
فَانْتَھُوْا (سورہ الحشر رکوع ۱) یعنی امام باقر و امام جعفر صادق علیہم السلام نے فرمایا کہ "خداوندعالم نے اپنے
خلق کے امور کو رسولخدا صلعم کو تفویض کیا تاکہ انکی اطاعت خدا کو دیکھیں اور اس آیۃ کی تلاوت کی کہ جو
رسولؐ تم کو دیویں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو"۔ پس اسمیں شک نہیں کہ رسولخدا صلعم
ہر انسان کو پہچانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ کیا انکو دینا چاہیئے اور کس سے ان کو روکنا چاہیئے۔ لہذا
ہر شخص کے حسب حال حکم فرمایا جاتا تھا۔ پھر اسی کافی میں ایک حدیث ہے جس سے ائمہ کا وارث علم انبیا ہونا
ثابت ہوتا ہے اور وہ یہ کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ان اللہ عزوجل فوض الی سلیمان بن داؤد
علیھما السلام فقال ھٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِکْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (سورہ صٓ رکوع ۳) و فوض الی
نبیہ علیہ السلام فقال مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا فما فوض اللہ الی الرسول
صلعم فقد فوضہ الینا۔ یعنی خداوندعالم نے حضرت سلیمانؑ کو تفویض کیا اور فرمایا یہ میری عطا ہے
جسکو چاہو دو اور چاہے اپنے پاس رکھو کوئی حساب نہیں ہے۔ اور ہمارے رسول کو بھی تفویض فرمایا اور
کہا کہ جو رسولؐ دیں اُسکو قبول کرو اور جس سے منع کریں اُس سے باز رہو اور ترک کرو اور جو امر اپنے
رسول کو خدا نے تفویض کیا وہ ہم اہلبیتؑ کو بھی تفویض کیا"۔ یہ امام علیہ السلام کا آیت زیر بحث کے
متعلق دعویٰ ہے کہ جس کتاب کو خداوندعالم نے اپنے رسولؐ پر نازل کیا اس کے وارث یہ حضرات ہیں

جن کو خداوند عالم نے برگزیدہ کیا ہے۔ ان احادیث سے جو قرآنی آیات پر مبنی ہیں صاف ہے کہ جو علم وقدرت خداوند عالم نے حضرت سلیمانؑ کو عطا فرمایا تھا وہی علم اور قدرت رسولخدا صلعم کو بھی عطا ہوا تھا اور وہ علم آپ کے اہلبیت طاہرینؑ کو بھی عطا ہوا تھا۔ اسی بنا پر رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا یعنی میں شہر علم ہوں اور علیؑ اُس شہر کا دروازہ ہیں۔ پس رسولخدا صلعم کا علم حضرت علیؑ ہی کے ذریعہ سے مل سکتا ہے اور حضرت علیؑ اور گیارہ اماموں میں کوئی فرق نہیں ہے خود ان ہی حضرات کا فرمودہ ہے کہ ہماری ہر فرد برابر ہے۔ ایک کو دوسرے پر ترجیح مت دو۔ چونکہ یہ حدیث شیعہ کی کتاب سے ہے اسلئے ہمارے مخالف کہدینگے کہ نہیں مانتے حالانکہ جو حدیث قرآن کی تصدیق کرے اور اس کے مطابق ہو اُسکی صحت میں شک وشبہ نہیں کرنا چاہئے تاہم مزید تشفی کیلئے اہلسنت کی کتاب سیر الصحابہ سے پیش کرتا ہوں اسمیں ہے کہ حذیفہ بن اسید کا بیان ہے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا الائمۃ بعدی من عترتی عدد نقباء بنی اسرائیل تسعۃ من صلب الحسین اعطاہم اللہ علمی وفہمی فلا تعلموا ہم فانہم مع الحق والحق معہم" یعنی ائمہ میرے بعد میری عترت سے نقباء بنی اسرائیل کے ہم عدد بارہ ہیں اور نو عدد انمیں سے صلب حسینؑ سے ہونگے کہ خداوند عالم نے ان کو میرا علم اور میری سمجھ عطا کیا ہے پس تم انکو تعلیم نہ دو وہ حق کے ساتھ ہیں اور حق ان کے ساتھ ہے" اس قول سے رسولخدا صلعم آیت زیر بحث کی تصدیق فرماتے ہیں کہ خدا نے جو آیت ۳۲ میں فرمایا ہے کہ میں نے رسولؐ پر کتاب وحی کے ذریعہ سے نازل کی اور ان کے بعد کچھ بندوں کو اس کتاب کا وارث کیا۔ تو یہ وارث علم رسالت آپ کے اہلبیت سے بارہ امام ہیں۔

غرض آیات مذکورہ بالا شیعہ کے اصول امامت کو پوری طور سے ثابت کرتی ہیں یعنی بعد رسولؐ مقبول کے ایک جماعت یا گروہ حضرت ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ کی اولاد سے ہوگا جنکو قرآن پاک کہیں شہید کہیں امت وسط کہیں امت مسلمہ اور مجتبیٰ اور مصطفےٰ اور وارث علم کتاب کہتا ہے اور خبر دیتا ہے کہ اس جماعت کی ایک نہ ایک فرد ہر زمانہ میں موجود رہیگی اور امت محمدی اپنے اپنے زمانہ کے امام کے ساتھ بروز قیامت پکاری جاویگی اور جو لوگ ان امام اور شہید کے ساتھ حاضر ہونگے اور ان کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جاویگا وہ داخل بہشت ہونگے اور جن لوگوں نے ان کے غیر کو اپنا ہادی اور پیشوا

مانا ہے وہ آخرت میں اندھے ہوں گے اور منزل مقصود سے دور۔

۵۔ ملاحظہ ہو سورہ بنی اسرائیل رکوع ۸ یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ یَقْرَءُوْنَ کِتٰبَهُمْ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا o وَمَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا o یعنی اُس دن کو یاد کرو جب ہم ہر انسان کو اس کے امام کے ساتھ بلائینگے تو جنکا نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا وہ لوگ خوش خوش اپنا نامۂ اعمال پڑھیں گے اور ان پر ریشہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا اور جو شخص اس دنیا میں اندھا رہا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا رہیگا اور گم گشتہ راہ۔ اس آیہ مبارکہ میں خداوند عالم نے جیسا اور آیتوں میں فرمایا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ شہید یا گواہ ہوگا۔ اسی طرح یہاں خبر دیتا ہے کہ ہر آدمی کو ان کے امام کے ساتھ بلاویگا چنانچہ اسی خبر کو سورہ القصص رکوع ۷ میں لفظ شہید کے ساتھ نازل کیا ہے وَنَزَعْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَکُمْ یعنی ہر گروہ سے ہم ایک گواہ بلائیں گے پھر کہیں گے کہ تم لوگ اپنی سند لاؤ۔ لہذا امام اور شہید سے ایک ہی ذات اور شخص مراد ہے اور انہی کی خبر قبل کی آیات میں ہے۔ داہنے ہاتھ میں اور بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیئے جائیگا مطلب سورہ الحاقہ رکوع ۱ میں ہے فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَهْ ..... فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ o فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ..... وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ o فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتٰبِیَهْ ... مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ o هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ o خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ o ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ o یعنی جس کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جاویگا تو وہ کہیگا لیجئے میرا نامۂ اعمال پڑھئے .... پھر وہ دلپسند عیش میں ہوگا بڑی عالیشان جنت میں ..... اور جس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا وہ کہدیگا اے کاش مجھے میرا نامۂ اعمال نہ دیا جاتا ..... افسوس میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا۔ ہائے میری سلطنت خاک میں ملگئی۔ اسے گرفتار کرکے طوق پہنادو پھر اسے جہنم میں جھونک دو۔

انہی آیات کی بنا پر آیہ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ جن کے داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جاویگا وہ راہ حق پر ہوں گے اور خوش خوش پڑھیں گے اور جن کے داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال نہیں ہوگا وہ اصحاب شمال ہونگے اور گم گشتہ راہ حق۔ اور انکا اطلاق اندھوں میں ہوگا۔ اسلئے کہ خداوند عالم نے امام حق

اور شفیع محشر کا پتا و نشان اس وضاحت اور حد بندی کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ سوائے اندھے اور کور
باطن کے دوسرا گمراہ ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ جب ایسے لوگ حسب فرمودہ آیہ مذکور قیامت میں اندھے
اُٹھیں گے تو خداوند عالم سے جو سوال و جواب ہوگا۔ اُسکی خبر سورۃ طٰہٰ رکوع ۷ میں یوں ہے قَالَ رَبِّ
لِمَ حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا۝ قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ج یعنی وہ کہیگا الٰہی میں
تو آنکھ والا تھا تو نے مجھکو اندھا کر کے کیوں اُٹھایا۔ خدا فرمائیگا ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ ہماری
آیتیں تیرے پاس آئیں تو تو اُنھیں بھلا بیٹھا۔ لہٰذا جن آیتوں کا میں نے ذکر کیا ہے جنمیں خدا کے
گواہوں کا ذکر ہے انکو پہچان کر ایمان لانا چاہیئے اور اُنکی ہدایت پر چلنا چاہیئے تاکہ اس دنیا میں
اندھے کا اطلاق نہ ہو اور آخرت میں مغفرت نصیب ہو۔

معاویہ کے فرمان کی اطاعت میں جو قرآن کے معنی و مقصود میں گڑبڑی کیگئی ہے اسکو سمجھنا
چاہیئے اور اُس گڑبڑی میں پڑکر اپنے دین اور ایمان کو خراب کر کے عاقبت نہیں خراب کرنا چاہیئے
میں نے بہت واضح طریقہ سے دکھا دیا ہے کہ قرآنی آیات کے ساتھ کیا کیا گیا ہے اور کیسے اختلاف پر
پر اختلاف کیا گیا ہے مثلاً جب قرآن نے فرمایا کہ قیامت میں حساب کتاب پیش ہوگا تو انبیاء اور شہید ملائے
جاوینگے اور حق کے ساتھ فیصلہ ہوگا تو یہاں شہید سے فرشتہ مقصود بتایا گیا اور قرآن کے مقصود پر
پردہ ڈالا۔ جب خداوند عالم نے فرمایا کہ انبیاء اور رسول شہیدوں یعنی گواہوں کی تصدیق فرماوینگے
اور شہید باقی کل انسان کے گواہ ہونگے۔ تو کہہ دیا کہ یہ سب شہید انبیاء سابقین ہیں جو اپنی اپنی امت پر
گواہ ہونگے اور رسول مقبول ان پیغمبروں کے متعلق گواہی دینگے کہ پیغمبروں نے پیغام ٹھیک پہنچایا۔
حالانکہ ہمارے نبی کو بہت سے انبیاء کے متعلق کوئی خبر نہیں ہے جیسا اوپر قرآن سے ثابت کیا گیا
ہے اور پھر اس خبر سے امت محمدی کو کیا حاصل خواہ ہمارے رسولؐ اُن انبیاء کے متعلق گواہی دیویں
خواہ خود وہ اپنی اپنی امت کے گواہ ہوں۔ ہم کو تو صرف اپنے نبی سے سروکار ہے۔ یا جسکو رسول مقبولؐ
اور خداوند عالم ہمارا گواہ مقرر کر دیوے اس سے ہم کو سروکار ہے تاکہ ہم اُسکی ہدایت پر چلکر اُسکی شفاعت
کے مستحق ہوں بہرکیف جب اس امر کو واضح کرنے کیلئے کہ یہ شہید انبیاء سابقین نہیں ہیں یہ کہا گیا کہ یہ
امت وسط ہیں یا اور رسول خدا کے زمانہ میں موجود کیونکہ خود اُن سے خطاب ہے تو یہ بات بنائی کہ امت وسط سے

کل امت محمدی مراد ہے۔ حالانکہ محمد صلعم آخر نبی اور اُنکی امت آخر امت ہے نہ کہ امت وسط۔ پھر جب خود رسول مقبولؐ امم سابقین کے گواہ نہیں ہوسکتے اور نہ ان کو سب کی خبر ہے تو بھلا اُنکی امت کیا گواہی دیسکتی ہے۔ دیکھیے تو خداوندعالم کی یہ کیسی تقریر ہے کہ جن کو انسانوں کا گواہ مقرر کیا ہے خود اُنکو خبر نہیں ہے اور نہ وہ دوسروں کے مقابل میں دعوے کرتے ہیں کہ وہ خداوندعالم کیطرف سے ان پر گواہ ہیں اور نہ خداوندعالم نے انہیں کوئی قابلیت خاص عنایت فرمائی ہے جسکی وجہ سے ان کو دوسروں پر ناظر ہونیکا حق حاصل ہو۔ غرض امت محمدی کو ماقبل کی امتوں پر گواہ ماننا صرف آیت کے معنی کو بگاڑنا ہے اور اس کے مقصود سے انحراف کرنا۔ پھر اسکی بھی قرآن پاک نے تردید کی ہے کہ اس امت وسط سے کل امت محمد صلعم نہیں مراد ہو سکتی اور فرمایا کہ یہ امت جو قیامت میں لوگوں پر گواہ بنیگی وہ حضرت ابراہیمؑ کی ذریت سے ہے جن کو خداوندعالم نے برگزیدہ یعنی معصوم کیا ہے۔ پھر دوسری جگہ فرمایا کہ جن کو امت محمدی میں سے برگزیدہ کیا ہے انکو کتاب کا وارث کیا ہے اور وہ سب پر سبقت لیگئے ہیں۔ غرض ائمہ اثنا عشر کا دعوےٰ ہے اور رسولخدا صلعم تصدیق فرماتے ہیں کہ یہ گواہ سوائے بارہ اماموں کے اور دوسرا نہیں ہے۔ لیکن مخالف امامت نہیں مانتے۔ کہیں کچھ کہیں کچھ مقصود بنا کر قرآن پاک میں اختلاف پیدا کرتے ہیں اور ان آیات کے مقصود کو نہیں جانتے کہ کون ہے۔

آیت زیر بحث میں خداوندعالم لفظ امام لایا ہے لیکن جب اتنی آیتوں پر پانی پھیر دیا تو اس ایک آیت کی کیا حقیقت تھی خصوصاً جب اسمیں لفظ امام ہے جسکی مخالفت میں ایسا ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہاں امام سے مراد انبیاء مرسلین ہیں۔ حالانکہ اوپر کی آیات سے بدیہی ہے کہ رسول مقصود نہیں ہوسکتے گرچہ کہ انبیاء و مرسلین کے نام کے ساتھ محشور ہونا بڑی بات ہے اور ہمارا فخر ہے کہ خداوندعالم ہم کو امت محمدی میں شمار کرے لیکن ہر زمانہ میں انبیاء کہاں سے ملیں گے کہ ان کے ساتھ پکارے جانیکی کوئی امید کرے۔ انبیاء میں پانچسو برس سے لیکر ہزار برس کا فرق ہے اور ہمارے نبی صلعم کے بعد ساڑھے تیرہ سو برس ہوگئے کہ کوئی نبی نہیں آیا ہے اور قرآن پاک کہتا ہے کہ انبیاء اپنی انھیں امت کے ناظر ہیں اور ان ہی کے متعلق گواہی دیسکتے ہیں جو ان کے زمانہ میں تھے۔ بعد والوں کیلئے انبیاء فرمادینگے کہ ہم ان کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ ملاحظہ ہو سورہ المائدہ رکوع ۱۶۔ صرف ترجمہ پر اکتفا

کیا جاتا ہے "جب خدا فرماویگا کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تم نے لوگوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ خدا کو چھوڑ کر تم کو اور تمہاری ماں کو خدا بنا لیں عیسیٰ عرض کرینگے سبحان اللہ یہ تو میری مجال نہ تھی کہ میں ایسی بات منہ سے نکالوں جسکا مجھے کوئی حق نہ ہو۔ اگر میں ایسا کہتا تو تجھکو ضرور خبر ہوتی تو میرے دل کی سب بات جانتا ہے اور میں تیرے جی کی بات نہیں جانتا۔ تو بیشک علام الغیوب ہے۔ میں نے اُن سے کچھ بھی نہیں کہا سوا اُسکے جسکا تو نے مجھے حکم دیا کہ خدا ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پالنے والا ہے۔ اور جب تک میں انمیں رہا انکی دیکھ بھال کرتا رہا پھر جب تو نے مجھے اُٹھا لیا تو تو ہی اُن کا نگہبان تھا" اس قصہ کی آخر آیت سے یہ امر صاف ہے کہ ایک نبی انھیں لوگوں کے بارہ میں بول سکتا ہے جن کے ساتھ وہ رہا اور جو لوگ اُنکی امت کے اُنکے بعد آئے ان کے بارے میں لاعلمی کا عذر ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ ہر انسان اپنے نبی کے ساتھ بلایا جاویگا بالکل بے معنی ہے اسلئے کہ جسکے بارے میں نبی علیہم السلام کچھ نہیں کہہ سکتے اُن کے ساتھ بلانے سے کیا حاصل ہے۔ علاوہ اسکے قرآن پاک میں کوئی دوسری آیت اس معنی کی تائید میں نہیں ہے کہ انسان کے اعمال کے حساب و کتاب کیلئے نبی اور رسول حاضر ہونگے بلکہ اسکے خلاف ہے کہ نبی اور رسول کے علاوہ ایک جماعت ہے جسکی ایک نہ ایک فرد دنیا میں رہتی ہے جن کے ساتھ انسان خدا کے سامنے حساب کیلئے حاضر کیا جاویگا اور اسلام میں یہ جماعت سوائے شیعوں کے بارہ اماموں کے دوسری نہیں ہے اور نہ کسی دوسری جماعت نے دعویٰ کیا ہے اور نہ اس کا پتہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے امامت کے اصول دین ہونیسے انکار کیا ہے وہ امامت کے متعلق جو خداوند عالم نے آیات قرآنی نازل فرمایا ہے ان کے مختلف معنی و مقصود بتاکر قرآن پاک میں اختلاف پیدا کرتے ہیں اور انکو نہیں معلوم ہے کہ امام سے کون لوگ مراد ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ نبی اور رسول مراد ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ماں مراد ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ اپنے اپنے اعمال مراد ہیں لیکن خداوند عالم کے کلام میں اختلاف ممکن نہیں ہے کہ ایک ہی موقع کیلئے کبھی کچھ کبھی کچھ کہے خداوند عالم خبر دیتا ہے کہ قیامت کے روز ہر انسان اپنے اپنے امام کے ساتھ بلایا جاویگا تاکہ انسان اپنے اپنے زمانہ کے امام کو پہچانے انکی پیروی اور اطاعت کرکے اسکا مستحق بنے کہ امام اسکی شفاعت کرسکیں اور وہ نجات پاوے۔ آیت زیر بحث میں لفظ امام کہا ہے۔ دوسری آیت میں انکو شہید کہا ہے تیسری

آیت میں اُنکو امت وسط کہا ہے اور پھر ان کو امت مسلمہ کہا ہے اور یہ تک بتا دیا ہے کہ یہ سب حضرت ابراہیم کی نسل سے ہونگے۔ ان ذوات مقدسہ کے پہچاننے کے عوض مخالفین نے قرآن میں اختلاف و گڑبڑی پیدا کر دی ہے اور مصداق سورہ آل عمران رکوع ۲ کے حسب ذیل آیت کے ہیں اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ندوَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَھُمْ ط وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ط یعنی سچا دین خدا کے نزدیک بس اسلام ہے اور جن پر کتاب نازل ہوئی ہے انھوں نے اختلاف نہیں کیا ہے مگر شرارت سے پورا علم ہونیکے بعد۔ اور جو خدا کی آیتوں سے انکار کرے تو خدا یقیناً جلد حساب لینے والا ہے۔ لہذا کوئی سچا مسلمان نہیں ہو سکتا جبتک ان لوگوں کو نہ پہچانے جن کا ذکر آیت زیر بحث و دیگر آیات میں موجود ہے اور جنکے اوصاف اس وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ سوائے اندھے کے دوسرا بھٹک نہیں سکتا۔

اب ملاحظہ ہو کہ آیت زیر بحث میں لفظ امام ہے اور وہ ایسا امام جو ہر زمانہ میں موجود رہے لیکن مخالف اسکے معنی بدلکر کہتے ہیں کہ اس سے رسول مراد ہیں اور اوپر واضح کیا گیا ہے کہ رسولؐ مراد نہیں ہو سکتے بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو علاوہ رسولؐ کے حساب کے وقت طلب ہونگے۔ اور نہ رسولؐ نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ اس آیت کے مصداق ہیں۔ دوسرا معنی جو مخالف بتاتے ہیں وہ تو قابل مضحکہ طفلان ہے کہتے ہیں کہ امام سے مراد ہر شخص کی مائیں ہیں جن کے نام کے ساتھ ہر انسان قیامت میں پکارا جاویگا اور وہ اسلئے ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے باپ نہ تھے اور بہت سے لڑکے مجہول النسب ہوتے ہیں جن کے باپ کا نام نہیں معلوم ہے لہذا ہر انسان ایکطرح اپنی اپنی ماں کے نام کے ساتھ پکارا جاویگا۔ لیکن سب کا اپنی اپنی ماں کے نام کے ساتھ ایکطرح پکارا جانا بھی ممکن نہیں ہے اگر ایکیلئے حضرت عیسیٰؑ کے باپ نہ تھے تو حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا دو شخصوں کی ماں نہ تھیں اور بہت سی مائیں اپنے بچے کو پھینک دیتی ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ اُنکی ماں کون تھی اسکے علاوہ بعض ملکوں میں لڑکا پیدا ہوتے ہی اپنے والدین سے علیحدہ کرکے پرورش کیا جاتا ہے تا کہ سیانا ہو کر اسکی محبت ایک یا دو شخص اور ایک گھر سے محدود نہ ہو بلکہ وہ محب ملک و دولت ہو۔ یہ بیچارہ نہ ماں کو جانتا ہے نہ باپ کو تو پھر حضرت آدمؑ حضرت حوّا اور ایسے لڑکے کیونکر ایکطرح ماں کے

نام کے ساتھ پکارے جاسکتے ہیں۔

ایک لطیفہ۔ جو قرآن رسولِ خدا کے وقت میں جمع ہوا تھا اس میں ستر منافقین کے نام مع ولدیت کے تھے جنکو خلفاء نے موجودہ قرآن میں سے غائب کر دیا اور ان کے ہوا خواہ کہتے ہیں کہ چونکہ اُن منافقوں کی اولاد مومن تھی اسلئے خداوند عالم نے ان ناموں کو قرآن سے منسوخ کر دیا تاکہ لوگ انکی مومن اولاد پر طعن نہ کریں۔ اسکی تفصیل کیلئے میرا رسالہ آل و اصحاب ص۹ دیکھو پھر خداوند عالم کو کیا اصحاب کا کچھ پاس نہ ہوا کہ انکی کافرہ ماں کے ساتھ ان کو قیامت میں پکاریگا۔ کافرہ ماں تو جہنم میں اور بیٹے صاحب جنت میں اسکے نام سے پکارے جا رہے ہیں۔ غرض قرآن میں غلط معنی بنانے سے بے شمار خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ پھر آیت مذکورہ میں اندھا پن کا الزام ہے تو انسان امام کی شناخت میں بینا یا نابینا ہو سکتا ہے لیکن ماں کا انتخاب تو کسی لڑکے کے اختیار میں نہیں ہے اور اس خبر سے انسان کو نہ کوئی فائدہ ہے اور نہ اسکی کوئی ہدایت ہوتی ہے۔ لہذا ایسا معنی اختراع کرنے سے مخالفین کی کوشش اس امر میں ثابت ہوتی ہے کہ حق پر پردہ ڈالیں اور امامت مہدی امام اور شہید کی طرف متوجہ نہ ہو اور نہ ان کی اطاعت کرے۔

تیسرے امام کے معنی اعمال بنا کر امامت سے انکار کرنیوالوں نے میدان صاف کر دیا جس آیت سے ہیں نے آغاز کیا ہے اسمیں نامۂ اعمال کے ساتھ انبیاء اور شہداء کا ذکر ہے۔ اُس آیت کی تکذیب کی اور خدا سے نہ ڈرے۔ اب قیامت میں نہ انکو رسول سے کام ہے اور نہ امام سے اور نہ اپنی والدہ گرامی سے بلکہ اعمال کو امام بنا کر اُسکے ساتھ پکارا جانا پسند کرتے ہیں اور کسی کی شفاعت انکو درکار نہیں ہے۔

کاش امام کے مخالف کے اعمال ایسے ہوتے نہیں نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ جیسے اس دنیا میں امام کو مجبور کر کے عزلت گزیں کر دیا ویسے ہی خداوند عالم کو معزول کر دینگے اور وہاں بھی جو چاہیں گے وہ کر لینگے اگر ایسا خیال نہ ہوتا تو خدا کی آیتوں کے ساتھ تمسخر نہیں کرتے۔ اب میں صحیح معنی اس آیت کے بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ امام سے مراد شیعوں کے بارہ امام ہیں جنکی ایک نہ ایک فرد ہمیشہ دنیا میں رہیگی اس آیت کی تائید میں کئی آیتیں میں ابھی پیش کر چکا ہوں جن کو ذہن نشین رکھنا چاہیئے۔

ہاں اس آیت کے مطابق امام کا دعوی اور اعلان ہونا چاہیئے تو جناب امام جعفر صادقؑ نے فرمایا

کہ ہر شخص اپنے اپنے اماموں کے ساتھ پکارا جاویگا یعنی آفتاب پرست آفتاب کے ساتھ ماہتاب پرست ماہتاب کے ساتھ۔ آتش پرست آتش کے ساتھ اور بت پرست بت کے ساتھ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ فرمایا اے دوستو ہمارے شکر کرو تم خدا کی اس نعمت کا کہ قیامت کے روز ہر گروہ کو ہمراہ اُسکے بلائیں گے کہ جس کی انھوں نے پیروی کی ہے ہم پناہ لیجائینگے رسولخدا کی طرف اور تم پناہ لوگے ہماری طرف۔ پس کیا دیکھتے ہو تم کہ ہم تمکو کہاں لیجائینگے قسم ہے پروردگار کعبہ کی کہ ہم تم کو بہشت میں لیجائینگے تین مرتبہ امام علیہ السلام نے یہی فرمایا۔ یہ اس آیہ مبارکہ کے تحت میں دعوے اور اعلان ہے کہ اس آیت میں امام سے مراد یہی حضرات ہیں انہی کے گواہ رسولخدا صلعم جو انکی تصدیق کرینگے اور یہ حضرات عوام الناس کے گواہ ہونگے اور جو انکی پیروی کریگا اسکو بہشت میں لیجائیں گے۔ اب جناب رسالتمآبؐ کی تصدیق اور پیشینگوئی ملاحظہ فرمائیے۔ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کل آدمیوں کے امام نہیں ہیں فرمایا کہ "میں رسول ہوں خدا کا طرف کل آدمیوں کے اور قریب ہے کہ بعد میرے امام ہوں خدا کی طرف سے آدمیوں کیلئے میرے اہلبیتؑ میں سے کہ وہ قائم ہونگے آدمیوں میں اور جھٹلائے جائینگے اور ان پر ظلم کرینگے امام کفر اور گمراہی کے اور پیرو اُنکے اور وہ اُنکی پیروی نہیں کرینگے جو شخص کہ اُن ائمہ حق کو دوست رکھیگا اور پیروی اُن کی کریگا اور اُنکو سچا جانیگا وہ مجھ سے ہے اور ہمراہ میرے ہوگا۔ اور جو شخص کہ ظلم کریگا اون پر اور جھٹلاویگا اُن کو وہ شخص مجھ سے نہیں ہے اور نہ میرے ہمراہ ہوگا۔"

اس آیت کے معنی اہلسنت کے مفسرین نے بھی یہی لکھا ہے چنانچہ امام یوسف قسطلانی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ خداوند عالم قیامت کے روز امام حق کو مع انکے پیرو کے بلاویگا اور حکم دیگا کہ وہ لوگ داخل بہشت ہوں اسکے بعد وہ امام باطل کو مع ان کے پیرو کے طلب کریگا اور حکم دیگا کہ وہ لوگ داخل دوزخ ہوں۔ یعنی امام حق سے مراد رسول نہیں ہیں ورنہ تفسیر یوں ہوتی کہ رسولخداؐ نے فرمایا خداوند عالم قیامت کے روز مجھے مع میرے پیرو کے بلائیگا۔ رسولؐ کا فرمانا کہ قیامت کے روز خداوند عالم امام حق کو مع اُن کے پیرو کے بلاویگا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ امام اس آیت میں مراد رسولؐ نہیں ہیں بلکہ رسولؐ کے بعد جو لوگ امت کے نگراں ہیں وہ مراد ہیں۔

اس تفسیر اور معانی کی قرآن پاک کی دوسری آیتیں تصدیق کرتی ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے رسولخدا صلعم کے حکم کے مطابق امام حق کو مانا اور اُنکی پیروی کی اُنکے بارے میں سورہ النسار رکوع ۹ میں یوں بشارت ہے۔ وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِينَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيقًا۔ یعنی جس شخص نے خدا ورسول کی اطاعت کی تو وہ ایسے لوگ کے ساتھ ہوگا جن پر خدا نے اپنی نعمت نازل کی ہے یعنی انبیار صدیقین شہدار اور صالحین اور یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں۔ اس آیت میں چار جماعت کا ذکر ہے اول عام انبیار جن سے مسلمان واقف ہیں۔ دوسرے وہ انبیا او رمومن جن کو خداوند عالم نے صدیق کہا ہے مثلاً سورہ مریم رکوع ۳ میں اِبْرَاهِيمَ اِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا۔ رکوع ۷ میں۔ اِدْرِيسَ اِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا وغیرہ۔ تیسرے صالحین انکو بھی انسان جانتا ہے۔ چوتھے شہدار جس سے مخالف امامت ناواقف ہیں کہ یہ کون لوگ ہیں۔ اس ناواقفیت کی قوی وجہ یہ ہے کہ مخالفین امامت نے ایسی آیتوں کو گول مال کر دیا ہے جس سے امامت کا اصول دین اور ضروریات مذہب سے ہونا ثابت ہوتا ہے بہرکیف شہدار سے وہ لوگ مراد ہیں جو قیامت میں اپنے اپنے پیرو کے ساتھ حساب وکتاب کیلئے بلائے جاوینگے۔ جیسا اوپر قرآنی آیات کے ذریعہ سے بتایا گیا ہے کہ قیامت میں حساب وکتاب کیلئے انبیار اور شہدار حاضر کئے جاوینگے۔ انبیار تو شہدار کی تصدیق کرینگے اور شہدار امت کے گواہ ہونگے اور اپنے پیرو کو اپنے ساتھ جنت میں داخل کرینگے۔ اور جن لوگوں نے امام حق سے انکار کرکے امام نار کی پیروی کی ہے اُنکے بارہ میں سورہ النحل رکوع ۱۲ میں یہ خبر ہے وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِن كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ۔ یعنی اس دن کو یاد کرو جب ہم گروہ سے ایک شہید اُٹھا کھڑا کرینگے پھر تو نافرمانوں کو بات کرنے کی بھی اجازت نہ دیجاویگی اور نہ اُن کا عذر ہی سُنا جاویگا۔ اسکے بعد جو اُنکی حالت ہوگی وہ سورہ ہود رکوع ۹ میں مثالاً بتایا گیا ہے۔ يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ۔ یعنی قیامت میں فرعون اپنی قوم کے آگے آگے چلیگا اور انکو دوزخ میں جھونک دیگا اور یہ لوگ کیسے بُرے گھاٹ اُتارے گئے۔ غرض جیسا رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے کہ امام ہدایت کے پیرو جنت میں جائینگے اور امام نار کے پیرو بے حساب وکتاب دوزخ میں جاوینگے۔ ویسی ہی خبر

آیات بالا میں ہے اور ہر مسلمان کو قرآن کی تصدیق کرنا چاہیئے۔

الحاصل امام اور شہید ایک ہی ہیں اور ایک ہی جماعت کیلئے ایک جگہ امام کہا ہے جسکے ساتھ قیامت میں لوگ پکارے جاوینگے اور دوسری جگہ اسکو شہید کہا ہے جو اپنے اپنے پیرو کے ساتھ قیامت میں بلائے جاوینگے اور انکا پتہ اور نشان اس وضاحت اور صراحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ جن لوگوں نے امام حق اور شہید کو نہیں پہچانا ہے اور نہ انکی پیروی کی ہے انکو اندھا کہا گیا ہے یہ بھی واضح کردیا گیا ہے کہ حق پر پردہ ڈالنے کیلئے جو دوسروں نے آیات کے معنی بتلائے ہیں اُن سے اختلاف پیدا ہوتا ہے اور انسان کی کوئی ہدایت نہیں ہوتی۔ اور سب سے بڑھکر یہ ہے کہ حق پر پردہ ڈالنے کیلئے جنکو مصداق ان آیات کا بتایا جاتا ہے ان کو خود اس عہدے کے ملنے کی خبر نہیں ہے۔ یعنی مخالفین امامت کے خیال میں جو آیات مذکورہ بالا کے مصداق ہیں خود انکو خبر نہیں ہے کہ خداوند عالم نے انکو دنیا میں اپنی حجت اور قیامت میں کل انسان پر گواہ مقرر فرمایا ہے۔ خداوند عالم کا حکم اور عہدہ سپرد کرنا ایسا بے اثر نہیں ہوسکتا۔ ہاں جنکو وہ عہدے عنایت ہوئے ہیں اُنھوں نے اسکا دعویٰ کیا ہے۔ اسکا اعلان کیا ہے۔ گرچہ اس دعوے کی وجہ سے ان پر ظلم ہوا ہے۔ قتل ہوئے ہیں۔ شہر بدر ہوئے ہیں۔ قید ہوئے ہیں لیکن خدا کے عطا کردہ عہد کا اعلان کرنے سے دریغ نہیں کیا ہے۔ جیسے رسولخدا صلعم نے ہر طرح کی مصیبت سہ لی مگر اعلان رسالت سے پرہیز نہیں کیا اُسی طرح آپ کے بارہ وصی اور خلیفہ پر ظلم اور ستم ہوا کیا لیکن یہ حضرات امامت۔ شہادت اور شفاعت کے دعوے سے باز نہیں آئے۔ میرے مخالف کہتے ہیں کہ شیعہ ائمہ کی شان میں غلو کرتے ہیں انکے بارہ میں عصمت۔ علم۔ حکمت اور معجزات کی ایسی حکایتیں نقل کرتے ہیں جن کو عقل قبول نہیں کرتی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن شیعہ سوائے قرآن پاک کی تصدیق کرنیکے کچھ نہیں کرتے۔

قرآن پاک کچھ لوگوں کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ نزول آیت کے وقت کچھ لوگ ایسے آل ابراہیمؑ سے ہیں جنکو خداوند عالم نے معصوم بنایا ہے اور یہ روز قیامت خدا کے گواہ ہونگے شیعہ کہتے ہیں کہ قرآن سچا ہے اور ایسے لوگوں کا وجود ہے اور وہ ائمہ اثنا عشر ہیں (دیکھو آیت ۵) پھر قرآن پاک فرماتا ہے کہ رسولخدا کے بعد خداوند عالم نے کچھ اپنے بندوں کو برگزیدہ کیا ہے اور ان کو وارث کتاب کیا ہے (دیکھو آیت ۱۶) اس آیت میں لفظ اصطفینا استعمال ہوا ہے جو صرف پیغمبروں کی صفت ہے،

چنانچہ سورہ البقرہ رکوع ۱۶ میں حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں ہے وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ یعنی تحقیق کہ حضرت ابراہیمؑ کو برگزیدہ یعنی معصوم کیا۔ سورہ آل عمران رکوع ۴ میں حضرت مریمؑ کے بارے میں ہے اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ یعنی خدا نے تم کو برگزیدہ کیا ہے وغیرہ وغیرہ اور یہی خطاب محمد مصطفےٰ صلعم کا ہر جو آپ کے بعد بارہ اماموں کو خدا کی درگاہ سے عطا ہوا ہے۔ شیعہ اسکی تصدیق کرتے ہیں کہ ایسے لوگوں کا وجود ہے اور وہ ائمہ اثنا عشر ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ جیسے تم لوگ الحمد للہ کہتے ہو اور اسکو واجب جانتے ہو اُسی طرح برگزیدگان خدا کیلئے علیہ السلام کہا کرو اور اسکو واجب جانو۔ شیعہ اس حکم کی تعمیل میں بارہ اماموں پر جو برگزیدگان خدا ہیں علیہ السلام کہتے ہیں (دیکھو آیت ۸۶)

قرآن کہتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے بھانجے اور خلیفہ آصف بن برخیا نے عالم کتاب ہونیکی وجہ سے بلقیس کا تخت سینکڑوں میل سے چشم زدن میں لاکر حاضر کردیا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ امت محمدی میں خداوند عالم نے کچھ لوگوں کو چنکر اُن کو وارث علم کتاب کا کیا۔ پس اُن لوگوں کو بھی مثل حضرت آصف بن برخیا معجزہ کی قدرت حاصل تھی اور وہ ائمہ اثنا عشر ہیں (دیکھو آیت ۸۷) قرآن پاک فرماتا ہے ایسے شہید ہر زمانہ میں موجود رہیں گے تاکہ ہر زمانہ کی امت اپنے اپنے زمانہ کے امام کے ساتھ خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوں (دیکھو آیت ۸۳) شیعہ اسکی تصدیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شہید اور حجۃ خدا ائمہ اثنا عشر ہیں جنکی گیارہ فرد گزر گئی اور بارہویں فرد امام آخر الزمان حضرت مہدی علیہ السلام زندہ اور موجود ہیں اور تا حکم خداوند عالم زندہ رہیں گے۔ الحاصل شیعہ سوائے قرآن پاک کی تصدیق کے اور کچھ نہیں کرتے لیکن ان کے مخالف ایسے ہیں کہ باوجود کہ دعوےٰ ہے کہ انکے پیشوایان نے قرآن کو جمع کیا وہ اب ان آیات سے سبق نہیں لیتے اور نہ ان آیات کی تصدیق کرتے ہیں نہ انکو یہ معلوم کہ حجۃ خدا دنیا میں کون ہے نہ ان کو یہ معلوم کہ خدا کا گواہ آخرت میں کون ہوگا اور نہ یہ معلوم کہ خداوند عالم نے رسولؐ کے سوا کس کو بندوں کی شفاعت کی اجازت دی ہے۔ اور قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیتوں سے اور جو آیات اُنکے ہم معنی ہیں وہ بے بہرہ ہیں ایسے لوگوں سے حسب ہدایت قرآن پاک میری یہ عرض ہے۔ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ

اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ یعنی اے رسول کہدو کہ اگر تم سچے ہو تو ایسی کتاب جو ان دونوں سے ہدایت میں بہتر ہو لے آؤ کہ میں بھی اس پر چلوں۔ پھر اگر یہ لوگ تمہاری بات نہ مانیں تو سمجھ لو کہ یہ لوگ اپنی ہواو ہوس کی پیروی کرتے ہیں۔ اور جو شخص ہدایت کو چھوڑ کر اپنی ہواو ہوس کی پیروی کرتا ہے اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا۔ سورہ القصص رکوع ۵

اب میں قرآن پاک کی اون آیات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جن میں خصوصیت کے ساتھ اُن ائمہ کا ذکر آگیا ہے جو نزول آیت کے وقت پیدا ہو چکے تھے۔ یعنی جو رسولخدا صلعم کے زمانہ میں پیدا ہوکر موجود تھے۔ ۹ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ یعنی اے رسول تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ (سورہ الشعراء رکوع ۱۱) سب مفسرین نے اتفاق کیا ہے کہ جب یہ حکم نازل ہوا تو رسولخدا نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ بنی ہاشم کی دعوت کا سامان کریں۔ چنانچہ یہ واقعہ خود حضرت علیؑ کی زبانی یوں مروی ہے۔ عن علیؑ قال لما نزلت هذه الایة وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ علی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال ان اللہ امرنی ان انذر عشیرتی فی الاقربین فضقت بذلک ذرعا وعرفت انی متی اباد یہم بهذا الامر اری منهم ما اکره فصمت علیه حتی جاءنی جبریل فقال یا محمد ان لم تفعل ما تومر به یعذبک ربک فاصنع لی صاعا من طعام واجعل علیه رجل شاة واملاء لنا عسا من لبن ثم اجمع لی بنی عبد المطلب اکلمهم وابلغ ما امرت به ففعلت ما امرنی به ثم دعوتهم وهم یومئذ اربعون رجلا یزیدون رجلا او ینقصون فیهم اعمامه ابیطالب وحمزه والعباس وابولهب فلما اجتمعوا الیه دعانی بالطعام الذی صنعت لهم فجئت به فلما وضعته تناول النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم جزیة من اللحم فشقها باسنانه ثم القاها فی نواحی الصحفة ثم قال کلوا بسم اللہ الرحمن الرحیم فاکل القوم حتی ما لهم بشئ حاجة وما ازال الا ثار اصابعهم واللہ ان کان رجل واحد منهم لیاکل مثل ما قدمت لجمیعهم ثم قال اسق القوم فجئتهم بذلک العس فشربوا منه حتی رودوا منه جمیعا واللہ ان کان رجل واحد منهم یشرب مثله فلما اراد رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم ان یکلمهم بدره ابولهب

الی الکلام فقال لقد سحرکم صاحبکم فتفرق القوم ولم یتکلم بھم رسول اللہ فقال
الغد یا علی ان ھذا الرجل سبقنی الی ما قد سمعت من القول فتفرق القوم قبل ان
اکلمھم فعد لنا من الطعام مثل ما صنعت ثم اجمعھم الی قال ففعلت ثم دعانی
بالطعام فقربتہ لھم ففعل کما فعل بالامس فاکلوا حتی ما لھم بشئ حاجۃ ثم قال
اسقھم فجئتھم بذلک العس فشربوا حتی یردوا منہ جمیعا ثم تکلم رسول اللہ صلعم
فقال یا بنی عبد المطلب انی واللہ لا اعلم شابا فی العرب جاء قومہ بافضل مما قد جئتکم
بہ انی قد جئتکم بخیر الدنیا والاخرۃ وقد امرنی اللہ تعالیٰ ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی
علی ھذا الامر علی ان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاحجم القوم عنھا جمیعا وقلتُ انی
لاحدثھم سنا وادمصھم عینا واعظمھم بطناً واحمشھم ساقا انا یا نبی اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اکون وزیرک علیہ فاخذ بی برقبتی فقال ان ھذا اخی ووصی وخلیفتی
فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا فقام القوم یضحکون ویقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع و
تطیع لعلی - یعنی حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جب آیہ انذر عشیرتک الاقربین جناب رسولِ خدا
پر نازل ہوا تو آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ یا علیؑ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی
رشتہ داروں کو عذاب خدا سے ڈراؤں لیکن میں نے اس میں چند سے توقف کیا اسوجہ سے کہ مجھے
گمان ہوا کہ وہ میری ہدایت سے کراہت کرینگے اور میری بات نہ مانیں گے لہذا میں خاموش رہا۔
تاآنکہ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہنے لگے کہ خدا فرماتا ہے کہ محمد صلعم اگر تم نے ایسا نہیں کیا جیسا حکم ہوا ہے
تو تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے عذاب ہوگا۔ پس تم اے علیؑ بقدر ایک صاع (یعنی تین سیر پختہ)
کھانا تیار کرو۔ اور ایک بکری کی ران اور ایک پیالہ دودھ اور اولاد عبد المطلب کو ضیافت میں بلاؤ
تاکہ میں ان سے کلام کروں اور جو حکم ہوا ہے اسکو پہنچا دوں حضرت علیؑ نے حسب الحکم سامان مہیا کیا اور
تمام اولاد عبد المطلب کو بلایا وہ لوگ کم و بیش چالیس آدمی تھے اور ان میں حضرتؐ کے چچا ابوطالبؑ
حمزہؓ۔ عباسؓ اور ابولہب موجود تھے۔ جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو آنحضرتؐ نے مجھے وہ کھانا کھلانے کا
حکم دیا میں نے جب کھانا حاضر کیا تو آپؐ نے گوشت کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور اپنے دندان مبارک سے

کاٹ کر رکھدیا اور حاضرین سے کہا بسم اللہ آپ لوگ تناول کریں۔ پس تمام لوگوں نے کھایا اور سیر ہوگئے اور کھانا ویسا ہی بچ گیا اور اسمیں ان کے ہاتھوں کے نشان تک نہیں معلوم ہوتے تھے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ قسم خدا کی وہ کھانا مقدار میں اتنا تھا کہ انہیں کا اکیلا ایک آدمی کھا جاتا اُسکے بعد آپ نے حکم دیا کہ انھیں سیراب کرو۔ میں نے وہی دودھ کا پیالہ پیش کیا اور سب کے سب سیر ہوگئے اور قسم خدا کی وہ ایک آدمی کے پینے کی مقدار تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلعم نے کلام کرنیکا قصد کیا اس اثناء میں ابولہب نے کلام شروع کیا اور قوم سے کہا کہ تمہارے صاحب نے تمپر جادو کیا۔ یہ سُننا تھا کہ تمام قوم کے لوگ متفرق ہوگئے۔ دوسرے دن آپ نے مجھے حکم دیا کہ یا علیؑ اس شخص نے میرے کلام پر سبقت کی اور قبل اسکے کہ میں کچھ کہوں قوم کے لوگ متفرق ہوکر چلے گئے۔ پھر تم ویسا ہی کھانا تیار کرو اور پھر سب کو بلاؤ۔ میں نے وہی کیا اور سب نے کھایا۔ اُسکے بعد حضرتؐ نے فرمایا کہ اے اولاد عبدالمطلب خدا کی قسم میں جوانان عرب میں کسی شخص کو ایسا نہیں جانتا جو مجھ سے بہتر تمہارے لئے دین اور دنیا کی نیکی لایا ہو۔ خدا نے مجھکو حکم دیا ہے کہ میں تم کو اسکی طرف بلاؤں۔ پس تم لوگوں میں سے اس امر میں میری وزارت کون کرتا ہے کہ وہ میرا بھائی۔ وصی اور خلیفہ تمہارے درمیان میں ہوگا۔ تمام قوم خاموش رہی اور علیؑ نے اٹھکر کہا کہ گو میں سب سے کمسن ہوں میری آنکھیں پُر آشوب ہیں میرا پیٹ بڑا ہے میری ساق پا پتلی ہے لیکن میں آپ کا وزیر بننے کو موجود ہوں۔ پس رسولخدا نے میری گردن پکڑی اور کہا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ میرا وصی ہے اور میرا خلیفہ ہے۔ اسکی بات سنو اور اسکی اطاعت کرو۔ یہ سُن کر تمام لوگ ہنسنے لگے اور ابوطالب سے کہا کہ آج سے تم اپنے بیٹے کی بات سنو اور اطاعت کرو (دیکھو کنز العمال فی سنن الاقوال والاعمال جلد ٦ ص ٣٩٧۔ تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۱۷۔ تفسیر در منثور۔ مسند احمد بن حنبل وغیرہ)

یہ پہلا واقعہ ہے جسمیں اوائل اسلام ہی میں حضرت علیؑ سے وزارت اور خلافت کا معاہدہ ہوا۔ اور یہ منظر اور عمل خداوند عالم کو ایسا پسند آیا کہ اسکی تصویر کو قرآن پاک میں کھینچدیا اور وعدہ فرمایا کہ علیؑ کی حمایت سے رسولخدا صلعم کی رسالت کامیاب ہوگی۔ اس سماں کو اپنے پیش نظر کیجئے کہ ایکطرف کفار رسولؐ کی رسالت سے انکار کرتے ہیں اور ٹھٹھا اڑاتے ہیں اور کھانے کے معجزہ کو جادو و سحر کہتے ہیں دوسری طرف اللہ رسول اللہ صلعم کی تصدیق کرکے معجزہ دکھاتا ہے اور حضرت علیؑ رسالت کی

تصدیق کرکے وزارت اور خلافت قبول کرتے ہیں جس پر کفار حضرت ابوطالبؑ کو طنزیہ کہتے ہیں کہ اب اپنے بیٹے کی اطاعت کرو۔ اس سماں کو خداوند عالم یوں ارشاد فرماتا ہے۔

۱۰۔ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِندَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ۔ یعنی اے رسولؐ کافر لوگ کہتے ہیں کہ تم پیغمبر نہیں ہو تو تم کہدو کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری رسالت کی) گواہی کے واسطے خدا اور وہ شخص جس کے پاس علم کتاب ہے کافی ہیں (سورہ الرعد رکوع ۶) کیا کوئی شک ہو سکتا ہے کہ یہ آیت انذر عشیرتک الاقربین کے موقع کے علاوہ کسی دوسرے موقع کی طرف اشارہ کرتی ہے تاریخ اسلام میں کوئی واقعہ ایسا نہیں ہے جس پر یہ آیت چسپاں ہو۔ دیکھئے بنی ہاشم جمع ہیں اور رسولؐ کی رسالت سے انکار کرتے ہیں۔ خداوند عالم بذریعہ معجزۂ طعام لگاتار دو روز تصدیق کرتا ہے کہ رسول خدا صلعم سچے ہیں اور کفار اسکو جادو سحر بتاتے ہیں۔ اور جب حضرت علیؑ تصدیق کرکے وزارت اور خلافت قبول فرماتے ہیں تو کفار حضرت ابوطالبؑ کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں لیکن خداوند عالم کا وعدہ ہے کہ خدا کی گواہی اور حضرت علیؑ جن کے پاس علم کتاب ہے ان کی گواہی کافی ہوگی اور رسول خدا صلعم کامیاب ہونگے۔ اس واقعہ اور اس کی کامیابی کی تصدیق اہل تواریخ بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ مسٹر کارلائل اپنی مشہور کتاب ہیرو ورشپ میں لکھتے ہیں۔ "سب لوگوں کو ایک ادھیڑ عمر اور ان پڑھ (یعنی محمدؐ صاحب) اور ایک سولہ برس کے لڑکے (یعنی حضرت علیؑ) کا فیصلہ کہ ہم دونوں ملکر تمام دنیا کے برخلاف کوشش کرینگے مضحکہ کی بات معلوم ہوئی مگر آخر یہ ثابت ہو گیا کہ یہ دعوے ٹھیک اور درست تھا" مسٹر ارونگ اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں "آخر کار حضرت علیؑ استقلال اور بلند ہمتی کے ساتھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ آپ حضورؐ کی خدمت کیلئے حاضر ہیں۔ رسولؐ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور گلے سے لگایا اور کہا کہ دیکھو یہ میرا بھائی ہے میرا وزیر ہے میرا خلیفہ ہے۔ انکی بات سنو اور اطاعت کرو۔ ۔ ۔ ۔ جب اسلام نشانۂ مضحکہ و تمسخر بنا ہوا تھا۔ اسوقت محمدؐ صاحب نے حضرت علیؑ کو اپنا بھائی اور خلیفہ بنایا اور اُسی وقت سے حضرت علیؑ نے اپنی زندگی اسلام کیلئے وقف کر دیا اور اپنی شجاعت اور بہادری سے اسلام کو معزز کر دکھایا" مورخین قرآن پاک کی پیشنگوئی کی یوں تصدیق کرتے ہیں کہ خدا اور اس شخص کی امداد سے

جس کے پاس علم کتاب تھا اسلام کامیاب ہوا۔

اس آیت میں حضرت علیؑ کی دو صفت کا بیان ہے۔ ایک شہید اور دوسرا صاحب علم کتاب وران اوصاف کا حضرت علیؑ میں تصدیق کرنا مسلمانوں کا فرض ہے۔ لیکن چونکہ دنیا حضرت علیؑ کے خلاف رہی ہے اور آپ کے فضائل پر پردہ ڈالنے کی کوشش رہتی ہے اسلئے صاحب علم کتاب کے معنی و مقصود میں خوب بات بنایا ہے۔ کوئی عبداللہ ابن سلام یہودی کو بتاتا ہے جو آیہ مبارکہ کے نزول کے برسوں بعد اور بعد ہجرت مدینہ میں ایمان لایا کوئی حضرت جبرئیلؑ کو بتاتا ہے۔ غرض اصل مقصود کو چھوڑ کر ادھر اُدھر لوگ دوڑے پھرتے ہیں حالانکہ ابو سعید خدری صحابی فرماتے ہیں :۔

سئلت رسول اللہ عن ھذہ الایۃ الذی عندہ علم من الکتاب قال ذالک وزیر اخی سلیمان بن داؤد علیہما السلام وسئلتہ عن قول اللہ عز وجل قل کفیٰ باللہ شھیدا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب قال ذالک اخی علی ابن ابیطالب علیہ السلام "یعنی رسولؐ سے دریافت کیا کہ اس آیت الذی عندہ علم من الکتاب سے (یعنی وہ شخص جس کو کتاب میں سے کچھ علم ہے) کون مراد ہے ۔ فرمایا وہ وزیر ہے میرے بھائی سلیمانؑ بن داؤدؑ کا۔ پھر میں نے پوچھا قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ سے (یعنی جس کے پاس سارا علم کتاب کا ہے) کون مراد ہے فرمایا وہ میرا بھائی علیؑ ابن ابیطالبؑ ہے" اور بہت سے راویوں نے یہی کہا ہے اور واقعے کے ساتھ بھی چسپیدہ ہے۔ قرآن میں دو ہی بزرگ کے متعلق خصوصیت کے ساتھ خبر ہے کہ انکے پاس علم کتاب ہے۔ ایک حضرت آصف بن برخیا بھانجے اور وزیر اور خلیفہ حضرت سلیمان علیہ السلام جنھوں نے اس علم کے ذریعہ سے سینکڑوں کوس سے آن واحد میں بلقیس کا تخت لا حاضر کیا چنانچہ سورۃ النمل رکوع ۳ میں ہے قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ؕ فَلَمَّا رَاٰہُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَہٗ "یعنی وہ شخص جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا بولا کہ میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے تخت کو آپ کے پاس حاضر کئے دیتا ہوں اور حضرت سلیمانؑ نے اسکو اپنے پاس موجود پایا" پس جب حضرت سلیمانؑ کے بھانجے کتاب کا کچھ علم رکھکر ایسا معجزہ کر سکتے تھے تو حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ رسولِ خدا کے بھائی کتاب کا پورا علم رکھکر کیا کچھ نہ کر سکتے ہوں گے یہی وجہ ہے کہ آپکو مظہر العجائب و

والغرائب کا خطاب ملا ہے۔ غرض قرآن پاک فرماتا ہے کہ رسولِ خدا کے بعد کچھ لوگوں کو وارث کتاب بنایا ہے اور اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ صاف صاف واقعات سے ثابت ہے کہ حضرت علیؑ انہیں سے ایک ہیں جن کو علم کتاب حاصل تھا۔ یہاں پر کتاب سے جس سے انسان کو معجزہ کرنے کی قوت حاصل ہوتی ہے محدود معنی میں صرف قرآن نہیں سمجھنا چاہیے۔ حضرت سلیمانؑ کے وقت میں قرآن نہ تھا جس کے علم سے حضرت آصف بلقیس کا تخت لائے۔ جس کتاب کا علم حضرت آصف کو تھا وہ صحیفۂ انبیا تھا جس کا علم صرف انبیا اور ان کے اوصیا کو حاصل ہوتا تھا۔ اس کتاب کا ذکر سورہ عبس میں ہے کَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝ یعنی خبردار ہو یہ سراسر نصیحت ہے تو جو چاہے اسے یاد رکھے جو معزز اوراق میں ہے جو بلند مرتبہ اور پاک ہیں اور ایسے لکھنے والوں کے ہاتھ نے لکھا ہے جو بزرگ نیکوکار ہیں یہ اوصاف قرآن پاک کے نہیں ہیں۔ اسلئے کہ یہ معمولی اوراق پر لکھا جاتا ہے۔ اور رسولِ خدا کے زمانہ میں۔ ہڈی ٹھکروں۔ پتھروں پر لکھا گیا تھا۔ اور اس نے لکھا تھا جو بزرگ اور نیکوکار ہونے کے عوض بالآخر مرتد ہو گیا۔ لہذا وہ کتاب جسکے علم سے انسان مظہر العجائب ہو سکتا ہے وہ قرآن پاک سے علیحدہ صحیفہ ہے جو انبیاء اور ان کے اوصیاء برحق کے پاس رہا کرتا تھا اور جس کے علم سے حسب ضرورت دنیا کو نفع پہنچایا جاتا تھا اور پہنچایا جاتا ہے۔

المختصر قرآن پاک فرماتا ہے کہ رسولِ خدا کے بعد کچھ لوگوں کو خداوند عالم نے برگزیدہ اور معصوم بنایا اور انکو کتاب کا وارث کیا اور حضرت علیؑ جو انکی ایک فرد ہیں رسولِ خدا کی مدد کیلئے کافی ہیں اور واقعی آپ کی مدد نے اسلام کو کامیاب اور باوقار رہنے دیا۔

ملا۔ سورہ المائدہ رکوع ۸۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ یعنی اے ایماندارو تمہارے سرپرست تو بس یہی ہیں۔ خدا اور اس کا رسولؐ اور وہ مومنین جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں۔ اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور جس شخص نے خدا اور رسولؐ اور انھیں ایمانداروں کو اپنا سرپرست بنایا تو (وہ خدا کے

لشکر میں آگیا) اس میں شک نہیں کہ خدا ہی کا لشکر غالب رہتا ہے۔
یہ آیہ کریمہ حضرت علیؑ کے ایک واقعہ کے متعلق ہے ایک روز آپ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک سائل نے سوال کیا حضرت علیؑ نے حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی اُسکو دے ڈالی یہ ادا خداوند عالم کو ایسی پسند ہوئی کہ اُسکے ذکر کے ساتھ اپنی اور اپنے رسولؐ کی پلہ بہ پلہ حضرت علیؑ کی سرداری کا اعلان فرما دیا (ملاحظہ ہو شواہد التنزیل امام ابوالقاسم حسکانی تفسیر کشف البیان ابوالاسحاق ثعلبی (اس آیت کی پوری بحث کیلئے میرا رسالہ آل و اصحاب ملاحظہ ہو) جو شخص کہ یہ معنی اور تفسیر نہیں قبول کریگا وہ اس آیہ کریمہ کے کوئی معقول معنی نہیں بتا سکتا اور نہ اس مومن کا پتہ بتا سکتا ہے جس کی سرداری کا اسمیں ذکر ہے۔
۱۲۔ سورہ آل عمران رکوع ۶ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔ یعنی پس اے رسولؐ کہو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے ساتھیوں کو اور تم اپنے ساتھیوں کو پھر ہم سب بارگاہِ خدا میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں"۔ کل مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس واقعہ مباہلہ میں رسولِ خدا نے حضرت حسنؑ و حسینؑ و فاطمہؑ و علی علیہم السلام کو اپنے ساتھ لیا تا کہ جھوٹوں پر لعنت کریں۔ لہذا اس میں شک نہیں ہے کہ یہ حضرات اپنے زمانہ کے لوگوں میں صداقت میں فرد تھے اور کبھی جھوٹ سے ان کے لب و زبان و قلب آشنا نہیں ہونے تھے۔ ورنہ انکو اللہ کی بارگاہ میں جھوٹوں پر لعنت کرنیکی جرأت نہ ہوتی۔ لہذا کہنا پڑیگا کہ یہ حضرات صفت صداقت میں سب پر سبقت رکھتے تھے (دیکھو رسالہ آل و اصحاب)
۱۳۔ ان حضرات کی صداقت ثابت کرنے کے بعد سورہ التوبہ رکوع ۱۵ میں حکم ہوتا ہے:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔ یعنی اے ایماندارو خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ"۔ یہ صاف اور صریح حکم ہے کہ حضرت علیؑ، حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام اور دوسرے صادقوں کا ساتھ دو اور اُنکی اطاعت کرو۔ یعنے جیسا خداوند عالم سے ڈرنا واجب ہے ویسا ہی ان صادقین کا ساتھ دینا واجب ہے۔ اگر مسلمان ان صادقوں کا ساتھ دیتے

ہوتے تو دوسرے صادقوں کے دامن سے علیحدہ نہیں ہوتے اور نہ انکو حجۃ خدا اور گواہان خدا کے پہچاننے میں دقت ہوتی اور نہ انکو ندعوا کل اناس باما مھم کی خبر سے ڈرنے کی ضرورت تھی اور نہ انکو شفیع و شہید محشر کے متعلق آیتوں کو گڑبڑ کر کے قرآن کو بے معنی کرنا پڑتا اور نہ اسلام میں فرقہ بندی ہوتی (دیکھو رسالہ آل و اصحاب)

۱۷۔ سورہ الاحزاب رکوع ۴۔ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَھۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَھِّرَکُمۡ تَطۡھِیۡرًا "یعنی اے اہلبیت خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو ہر برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ کرنے کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ کرے" اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت شان میں اہلبیت یعنی اولادِ رسولؐ کے ہے جنکی چار فرد ہیں یعنی حضرت علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام نزول آیت کے وقت موجود تھے۔ اس آیت کا ان حضرات کے متعلق ہونا ایسا واضح اور بیّن ہے کہ جب پنجتن پاک یا خمسہ نجبہ کہا تو سوائے رسولخدا صلعم اور ان چار افراد کے دوسرا کوئی نہیں سمجھا جاتا۔ خدائی خطابات ایسے ہی ہوتے ہیں کہ وہ سوائے اپنے مقصود کے دوسرے پر کبھی صادق نہیں آتے۔ طاہرہ کہا اور حضرت فاطمہؑ سمجھی گئیں۔ آل اطہار کہا اور حضرت علیؑ۔ حسنؑ حسینؑ۔ اور حسینؑ کی اولاد اخیار علیہم السلام سمجھے گئے۔ ان کے بارے میں قرآن فرماتا ہے اِجۡتَبٰکُمۡ (۱۷) اِصۡطَفَیۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا (۱۷) اور اس آیت میں فرماتا ہے۔ یُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ وَ یُطَھِّرَکُمۡ تَطۡھِیۡرًا اس کے بعد بھی اہلبیت اور آل اطہار کے متعلق جو قیامت میں خدا کے گواہ ہونگے یہ کہنا کہ یہ معصوم نہ تھے کس طرح کی ہٹ دھرمی اور قرآن کی مخالفت ہے کسی نبی اور رسولؑ کے متعلق کوئی دکھا دے کہ اُن کیلئے عصمت ثابت کرنے کیلئے خداوند عالم نے کیا کہا ہے۔ کسی کے متعلق صرف اِصۡطَفٰی کہا ہے۔ کسی کے متعلق اِجۡتَبٰی کہا ہے۔ حضرت مریمؑ کے متعلق اِصۡطَفٰی اور یطہر کہا ہے لیکن یہ سب اوصاف سوائے اہلبیت رسولؐ کے کسی دوسرے کی شان میں اکٹھے نہیں کہے گئے ہیں پس جن بزرگوں کی شان میں اجتبی۔ اصطفی۔ یطھر۔ یذھب رجس سب کہے گئے ہیں انکی عصمت سے انکار کرنا اور جنکی شان میں صرف ایک یا دو لفظ استعمال کیا گیا ہے اسکی عصمت سے اقرار کرنا دین و ایمان کا خون کرنا ہے۔ یہ ہٹ دھرمی اتنی ہی پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ

اس سلام سے دریغ کرتے ہیں جو برگزیدہ بندوں پر خداوند عالم واجب فرماتا ہے قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی یعنی اے رسول کہو کہ اللہ کے واسطے سب تعریف ہے اور سلام ہے ان بندوں پر جن کو خدا نے برگزیدہ کیا ہے "پس امت محمدی میں جن کیلئے خدا اجتبینا اور اصطفینا یعنی برگزیدہ کیا اور منتخب کیا فرماتا ہے اون پر سلام نہ بھیجنا کفر ہے۔ لہذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ جن کو خداوند عالم نے اصطفینا اور اجتبیٰ و یطہر ویذھب لرجس کہا ہے جب ان کا نام لیویں تو علیہ السلام کہیں اور وہ سوائے بارہ اماموں کے دوسرا نہیں ہے۔ لہذا ان بارہ اماموں کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا واجب ہے۔

۱۵۔ سورہ الشوریٰ رکوع ۳۔ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی۔ یعنی " اے رسول کہدو کہ میں اس تبلیغ رسالت کا اپنے قرابت داروں کی محبت کے سوا تم سے کوئی صلہ یا اجرت نہیں مانگتا" پ اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں اہلبیت رسولؐ مراد ہیں جن کی چار فرد ہیں حضرت علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ۔ اور حسین علیہم السلام نزول آیت کے وقت موجود تھیں کہ خداوند عالم رسولؐ کو حکم دیتا ہے کہ تبلیغ رسالت کے عوض میں مسلمانوں سے ان کے ساتھ محبت کا مطالبہ کیا جاوے۔ اگر یہ حضرات مجتبیٰ۔ مصطفیٰ۔ طاہر و مطہر۔ صادق۔ وارث علم کتاب حجت اور شہید خدا نہ ہوتے تو ہرگز خداوند عالم انکی محبت مسلمانوں پر واجب نہیں کرتا اور نہ ان کی محبت اجر رسالت قرار پاتی (ان آیات پر تفصیلی بحث جس کو دیکھنا منظور ہو وہ میرا رسالہ آل واصحاب ملاحظہ کرے۔) ÷

اب یہ دیکھنا ہے کہ اہلبیت اور القربیٰ اور صادقین حضرت علیؑ حسنؑ و حسین علیہم السلام کے بعد کون کون ہوا اور ہم لوگوں کے زمانہ کا کون اہلبیت۔ القربیٰ اور صادق ہے جو قیامت میں ہم لوگوں کا شہید ہوگا تاکہ اس پر ایمان لاکر اسکی شفاعت کے متوقع ہوں۔ شیخ ابراہیم حموینی جو اہلسنت کے ایک عالم جلیل القدر ہیں کتاب فرائد السمطین میں سلیم ابن قیس ہلالی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے جب فرمایا " انی تارک فیکم کتاب اللہ وعترتی ان تمسک بھما لن تضلوا بعدی وانھما لن یفترقا حتی یردا الی الحوض تو عمر ابن خطاب خشمناک اور

غضبناک ہوکر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اے رسولخدا کیا سب آپ کے اہلبیت ایسے
ہوں گے حضرت پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میرے سب اہلبیت ایسے نہیں ہونگے بلکہ میری عترت ایسی ہوگی جو
کہ میرے وصی ہونگے اول انکے حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ میرے بھائی میرے وصی اور میرے خلیفہ ہیں
اور ان کے بعد اُنکے فرزند حسنؑ ہیں اُنکے بعد حسینؑ ہیں اور بعد اُنکے نو بزرگ اولاد حسینؑ سے ہونگے
ایک کے بعد دوسرا یہانتک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں۔ ہر ایک اُن میں کا روئے زمین پر
خدا کا شہید گواہ ہے اور خلق پر خدا کی حجت ہیں اور یہ علم کے خزانہ ہیں اور حکمت کے کان ہیں آگاہ ہو
کہ جو اُنکی اطاعۃ کریگا گویا خدا کی اس نے اطاعت کی اور جس نے اُنکی مخالفۃ کی گویا خدا کی مخالفت کی۔"
قاضی ابوالفرج بغدادی نے اپنے پیروں سے سنا کہ حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ وہ ایک جماعۃ اصحاب
حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر تھے اُنکے درمیان ابوبکر۔ عمر۔ فضل بن عباس۔ وزید بن حارثہ وابن
مسعود تھے۔ اس حدیث کو دوسرے اہلسنت کے علما نے بھی نقل کیا ہے۔ مثل صاحب کتاب مقتضب الاثر
اور صاحب کنز الخفی و شیخ ابراہیم حموینی و موفق بن احمد خوارزمی اور وہ حدیث یہ ہے کہ امام حسینؑ رسولخدا
کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسولخدا صلعم نے ان کو گود میں لے لیا۔ اور بوسہ دیا اور فرمایا یا حسین
انت الامام بن الامام ابو الائمۃ تسعۃ من ولدک ائمۃ الابرار۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے عرض
کیا کہ اے رسولخدا وہ لوگ کون امام ہیں جنکی طرف حضور نے اشارہ فرمایا اور جو صلب حسینؑ سے پیدا
ہونگے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ حسینؑ کے صاحبزادے علیؑ ملقب بہ عابد ہونگے اور انکے بیٹے جن کا نام میرے
نام پر ہوگا اور وہ علم کو شگافتہ کرینگے۔ حق بات کہیں گے اور نیکی کا حکم کریں گے یعنی محمد باقرؑ۔ پھر اُنکے
بیٹے اُنسے کلمہ حق ولسان صدق پیدا ہونگے۔ ابن مسعودؓ نے پوچھا کہ ان کا نام کیا ہوگا فرمایا کہ ان کا
نام جعفر صادقؑ ہوگا۔ ابوہریرہ نے پوچھا کہ اور باقی کا کیا نام ہے حضرتؐ نے فرمایا کہ جعفر صادقؑ
کے بیٹے تقی وطاہر کہ ان کا نام موسیٰ بن عمران کے نام پر ہوگا یعنی موسیٰ کاظمؑ۔ اور حضرت موسیٰ کاظمؑ
کے صاحبزادے کہ اُن کا نام رضاؑ ہوگا جو موضع علم و معدن حلم ہونگے اور مسافرت میں ہلاک ہوں گے
ان کے صاحبزادے محمدؑ جو خلق میں محمود اور اطہر ہونگے یعنی محمد تقیؑ۔ اور انکے صاحبزادے علیؑ کہ طاہر الحسب
اور صادق المہجۃ ہونگے یعنی علی نقیؑ۔ اُن کے صاحبزادے حسنؑ جو خدا کی طرف سے کلام کرینگے اور حجۃ خدا کے

والد ہیں یعنی حسن عسکریؑ، اُنکے صاحبزادے قائم اہلبیتؑ ہیں جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دینگے۔

اسکے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی ذریۃ بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم۔

اس طرح کی بہت سی حدیثیں علماء شیعہ و اہلسنت نے روایت کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رسولخدا صلعم کے بعد بارہ امام ہونگے جن کے آخر قائم آل محمدؐ کہے جاتے ہیں۔ چونکہ یہ حدیثیں آیات قرآنی کی تفسیر ہیں اور بغیر ان تفسیروں کے قبول کئے اُن آیات کے نہ معنی بنتے ہیں اور نہ کوئی مطلب حاصل ہوتا ہے لہذا کلام خدا کی تصدیق کرنے کیلئے ان احادیث کا قبول کرنا ضروری ہے صرف یہ کہنا کہ ہم قرآن کی ہر آیت کو صحیح مانتے ہیں صحیح نہیں ہو سکتا۔ جبتک ہم شہید۔ امت وسط امت مسلمہ اور صادقین کو نہ پہچانیں کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ ہم گیارہ امام کی تعداد اور وجود کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ پیدا ہوئے اور وفات کر گئے۔ لیکن بارہویں کا وجود مشتبہ معلوم ہوتا ہے خصوصاً جب اس وجود کی خبر قرآن پاک میں نہیں ہے۔

یہ دعویٰ ہی غلط ہے کہ آخر الزماں کے وجود کی خبر قرآن میں نہیں ہے۔ فرض کیا کہ نہ ہو تب بھی تو یہ خبر قرآن پاک میں ہے کہ ہر زمانہ کے ہمعصر سے خداوند عالم ایک شہید پیدا کریگا۔ اسکی تصدیق کیلئے ہم کو اپنے زمانہ کے شہید کو پہچاننا چاہئے اور اُس شہید کو دعوے کرنا چاہیے کہ وہ شہید خدا ہے اور اس کے متعلق رسولخدا کی تصدیق ہونا چاہئے لیکن یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ جیسے حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہوئے اور ہر مسلمان اسکی تصدیق کرتا ہے حالانکہ سوا انبیاء کے نام بھی قرآن میں نہیں ہیں اور نہ ہم کو معلوم ہیں لیکن رسولؐ کی صداقت کی بنا پر ہم اسکی تصدیق کرتے ہیں۔ حضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور کسی نے آپکے بعد صحیح دعویٰ نبوت نہیں کیا اور جس نے ایسا دعویٰ کیا وہ جھوٹا ثابت ہوا۔ اسی طرح رسولخدا نے فرمایا کہ آپ کے بعد بارہ امام ہونگے اور بارہویں امام تاقیام قیامت زندہ رہیں گے تو انہی کے بارے میں دعویٰ ہے اور اعلان اور دنیا میں کسی تیرہویں چودھویں امام نے دعویٰ نہیں کیا ہے کہ وہ شہید خدا ہے اور یہ کہ وہ کسی آیت قرآنی کا مصداق ہے۔ غرض جب بارہ امام سے زائد امام کا ہونا ممکن نہیں ہے اور کوئی دعوے دار ہے تو لامحالہ نتیجہ بارہویں امام کو زندہ ماننا پڑیگا اور اگر زندہ نہ مانئے تو قرآن

کی تکذیب ہوتی ہے جو کہتا ہے کہ ہر زمانہ میں ایک شہید ہمعصر سے (من انفسکم) ہوگا اور آپ کہتے ہیں کہ ہمارا زمانہ شہید اور امام سے خالی ہے۔ لہٰذا قرآن پاک کی تصدیق کیلئے میری عرض ہے کہ حضرت حسن عسکری کے ۲۶۰ھ میں انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادے امام عصر آپ کے جانشین ہوئے جو ابھی تک زندہ ہیں اور تا حکم خداوند عالم زندہ رہیں گے۔ آپکی ولادت اور اپنے والد ماجد کے جانشین ہونے کی خبر تواریخ میں اور احادیث میں موجود ہے لیکن کسی کا یہ بیان نہیں ہے کہ آپ نے انتقال فرمایا۔ جب آپکی وفات ثابت نہیں ہے تب بھی قرآن پاک سے اس طول عمری کے ثبوت کا مطالبہ ہوگا اور وہ حاضر ہے۔

۱۶۔ سورہ ھود رکوع ۸ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یعنی خدا نے جسکو باقی رکھا ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ بَقِيَّتُ کے معنی "باقی رکھا ہوا" اور "محفوظ" لہٰذا آیت کے معنی ہوئے کہ جس کو خدا نے باقی رکھا ہے اگر اس پر ایمان رکھو تو تمہارے لئے بہتر ہے لیکن جس طرح شہید۔ امت وسطا۔ امت مسلمہ۔ صادق۔ امام وغیرہ کے غلط معنی اور مفہوم بتا کر حق پر پردہ ڈالا گیا ہے اسی طرح اس بَقِيَّتُ اللّٰهِ کے معنی گڑ بڑ کئے گئے ہیں ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جو امام ہدایت کو نہیں پہچانیگا وہ قیامت میں اندھا اٹھیگا اور پوچھیگا قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا یعنی وہ پوچھے گا کہ الٰہی میں تو دنیا میں آنکھ والا تھا تو تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا۔ خدا فرمائیگا کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ میری آئتیں تیرے پاس آئیں اور تو انھیں بھلا بیٹھا (سورہ طٰہٰ رکوع ۷) سابق میں سلطنت کی موافقت میں قرآن کے ساتھ یہ کیا گیا ہے۔ لیکن اسوقت نہ وہ سلطنت ہے اور نہ وہ انعام اور نہ حق کہنے سے کوئی خسارہ بلکہ خوشنودی خداوند عالم۔ تاہم انسان عادات اور اپنے خیالات سے مجبور ہے۔ وہ اسکی اصلاح پر آمادہ نہیں ہوتا۔ بہر کیف مجھکو منوانے کی قدرت نہیں ہے لیکن حق کو ناظرین کے سامنے پیش کئے دیتا ہوں جو قبول کرینگے وہ صلاح و فلاح دارین حاصل کرینگے۔

ہمارے مخالف کہتے ہیں کہ بَقِيَّتُ اللّٰهِ باقیات الصلحت کے ہم معنی ہے جو سورہ الکھف رکوع ۶ میں اور سورہ مریم رکوع ۵ میں ہے۔ وہ آیتیں یہ ہیں ۱۔ سورہ الکھف۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا یعنی مال اور اولاد دنیا

کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تمہارے پروردگار کے نزدیک ثواب ہیں اور تمنا اور آرزو کی راہ سے بہتر ہیں۔

سورہ مریم۔ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا اور باقی رہنے والی نیکیاں تمہارے پروردگار کے نزدیک ثواب اور مراد کیلئے بہتر ہیں صلحت کے معنی نیک کام اور باقیات کے معنی دیرپا۔ پس بقیت الصّٰلحٰت کے معنی ایسے نیک کام جو باقی اور دیرپا ہونے ہیں۔ مثلاً اگر کسی نے کسی کو خیرات دیا۔ کسی بھوکے کو کھانا کھلایا تو یہ کار خیر وہیں ختم ہو جاتے ہیں لیکن اگر کسی نے کار خیر کیلئے وقف کیا ہے۔ مسجد تعمیر کی ہے۔ سرائے بنایا ہے تالاب و کنواں کھودا ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ کار خیر اسکے بعد بھی جاری رہتے ہیں۔ لہذا اس طرح کی نیکیوں کو باقیات الصلحٰت کہا گیا ہے۔ جن کے ذریعہ سے انسان خوشنودی خدا اور اپنا مقصود حاصل کر سکتا ہے یہ کار خیر ہمیشہ کار خیر ہیں خواہ انکا کرنیوالا ایمان رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو یہی وجہ ہے کہ باقیات الصلحٰت کی تعریف کے ساتھ ایمان کی شرط نہیں ہے لیکن بقیت اللہ کے سودمند ہونے میں ایمان کی شرط ہے اور اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے کام مراد ہو یا جس سے اچھا معنی نکلے۔ اس کے معنی صرف جسکو خدا نے باقی رکھا ہے ہیں اور یہ بقیت اللہ ہم کو جب ہی فائدہ پہنچا دیگا جب ہم اسکو پہچانیں اور اُس پر ایمان رکھیں اس معنی کی تائید میں دوسری آیت پیش کرتا ہوں۔

۱۷۔ سورہ ہود رکوع ۱۰۔ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ۔ یعنی تمہارے زمانہ کے قبل سے صاحب بقیت کیوں نہ تھے مگر کم جو زمین پر فساد پھیلانے سے روکا کرتے تھے اور یہ لوگ انھیں لوگوں سے تھے جن کو ہم نے بچا لیا تھا۔

اُولُوْا جمع ہے ذو کا جس کے معنی اصحاب و صاحب کے ہیں۔ چنانچہ اولوا العلم۔ صاحب علم یعنی علم والے۔ اُسیطرح اُولُوْا بَقِيَّةٍ کے معنی صاحب بقا۔ جنکو خداوند عالم نے باقی رکھا ہے مثلاً حضرت خضر کو لیجئے جنکو خداوند عالم نے معلوم کتنے زمانے سے باقی رکھا ہے اور آپ دنیا کے فساد کو روکا کرتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ آپ کے پاس تعلیم کیلئے گئے تو دیکھا کہ ایک کشتی

میں سوراخ کردیا تاکہ بادشاہ ظالم اسکو غصب نہ کرلے۔ ایک لڑکے کو قتل کردیا اس لئے کہ
وہ سیانا ہوکر اپنے والدین نیکوکار کو مصیبت میں نہ ڈالے۔ ایک خزانہ کے اوپر دیوار بنادیا تاکہ
اس کے یتیم مالکوں کے سیانے ہونے تک وہ پوشیدہ رہے۔ یہ سب کیا لیکن کسی کو ان کارروائیوں
کی خبر تک نہ تھی۔ یہ قصہ سورہ الکہف رکوع ۹ و ۱۰ میں ہے ملاحظہ ہو پس جیسا قرون گذشتہ کے
اولوا بَقِيَّةٍ لوگوں سے پنہاں دنیا کے فساد کو روکتے رہتے تھے ویسے ہی اس وقت کے
بقیۃ اللہ ہم لوگوں کی اصلاح کرتے رہتے ہیں اور ہم لوگوں کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ اس بقیۃ
اللہ شہید خدا پر اگر ہم ایمان رکھیں تو حسب ارشاد خداوند عالم ہمارے لئے بہتر ہے اور اگر اس
اعتقاد کے مطابق ہم لوگ عمل بھی کریں تو ہمارا کوئی مقابل نہیں ہوسکتا۔ پس بقیۃ اللہ اور
اولوا البقیۃ ہم معنی ہیں اور ان جملوں سے وہ ذوات مقدسہ مراد ہیں جن کو خداوند عالم نے طول عمری
عطا کرکے قائم اور باقی رکھا ہے جو دنیا سے فسادات کو دفع کرتے ہیں اور اہل دنیا کی اصلاح
کرتے ہیں خواہ ان کو خبر ہو کہ نہ ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب آیت بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین۔
نازل ہوئی تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ ایک نئی بات ہے کہ کوئی انسان اتنے زمانہ تک زندہ
رہے اور بقیۃ اللہ کہلائے اور اس کے قبل ایسے وجود کی خبر نہیں ہے۔ تب ان کے جواب میں یہہ
دوسری آیت نازل ہوئی کہ فلولا کان من القرون من قبلکم اولوا بقیۃ الخ یعنی تمہارے
زمانہ کے قبل صاحب بقیہ کیوں نہ تھے یعنی ضرور تھے مگر کم۔ اس طرح کی عبارت اعتراض ہی
کے وقت اعتراض کے جواب میں کہی جاتی ہے اور جس خبر پر اعتراض ہوتا ہے اس خبر کو قوی کرتی
ہے۔ چنانچہ بقیۃ اللہ خیر لکم سورہ ھود کے رکوع ۸ میں ہے اور اولوا بقیۃ کی خبر اسی
سورہ کے رکوع ۱۰ میں ہے۔ پس جس بقیۃ اللہ کی خبر قرآن پاک میں ہے اس سے کوئی
انکار نہیں کرسکتا۔ اس خطاب بقیۃ اللہ کا دعویٰ آخر الزماں کے سوا کسی دوسرے کے لئے
نہیں کیا گیا ہے۔ چنانچہ سباغی جو اہل سنت کے ایک بڑے عالم ہیں۔ فصول المہمہ میں
حضرت جعفر صادقؑ سے روایت کرکے لکھتے ہیں کہ "جب آخر الزماںؑ ظہور فرماوینگے تو فرماوینگے
میں بقیۃ اللہ ہوں۔ اس کا خلیفہ ہوں اور تم پر اس کی حجت ہوں۔ اس وقت سے تمام لوگ

ان کی طرف یا بقیۃ اللہ کہکر خطاب کریں گے" قرآن فرماتاہے کہ تمہاری بھلائی ہے اگر تم اُن پر ایمان رکھتے ہو۔ حضرت پر ایمان رکھنے سے ہم لوگ قرآن پاک کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہر زمانہ میں ایک حجۃ خدا۔ ایک شہید ہوتاہے جو قیامت میں حساب وکتاب کیلئے حاضر ہوگا مصداق حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ کے نہیں ہونگے صرف ایمان لانے سے اتنا فائدہ توضرور ہے لیکن اگر اس ایمان اور اعتقاد کے مطابق ہم لوگ کاربند ہوجاویں اور حضرت کے استقبال اور خیر مقدم کے لئے تیار ہوجاویں تو ہم لوگ ایسی ترقی کرینگے کہ کوئی قوم ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتی جیسا اوپر عرض ہوا یعنے جیسے اہل یورپ ایک دوسرے کے حسد اور بغض میں ہر طرح کی ترقیاں کررہے ہیں اور ہر روز ایک نئی نئی ایجاد کررہے ہیں ویسے ہی ہم لوگ آخر الزماں کے خیر مقدم کے خیال سے ترقی کرینگے۔

الحاصل قرآنی آیات سے ثابت کیا گیاہے کہ حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیل علیہما السلام نے خداوند عالم سے درخواست کی کہ ان دونوں حضرات کو مسلمان یعنی اپنا فرماں بردار بندہ بنادے اور مابعد ان کی نسل سے ایک امت یعنی جماعۃ فرماں بردار بندوں کی پیدا کر اور ایک رسولؐ پیدا کر جو آیات قرآنی کی تعلیم کریگا اور اُنکو علم وحکمت سکھادیگا اور ان کو پاک و پاکیزہ کریگا (دیکھو سورہ بقرہ رکوع ۱۵) اس درخواست کو قبول فرماکر خداوند عالم نے ہم لوگوں کے رسولؐ کو نسل ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ سے مبعوث کیا اور اس نسل سے ایک گروہ کو پیدا کیا اور اُن سے خطاب ہوا" کہ خدا نے تم کو برگزیدہ کیا اور دین میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی۔ تمہارے باپ ابراہیمؑ کے مذہب کو تمہارا مذہب بنادیا۔ اُسی خدا نے تمہارا پہلے ہی سے مسلمان (فرمانبردار بندہ) نام رکھا اور اس قرآن میں بھی تاکہ رسول تمہارے گواہ بنیں اور تم تمام لوگوں کے گواہ بنو (سورہ الحج رکوع ۱۰) حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا تھی کہ رسول ان کو آیات خداوندی تعلیم فرماوینگے اور علم وحکمت سکھلاوینگے اور ان کو پاک وپاکیزہ کرینگے۔ اس دعا کی مقبولیت کی خبر یوں ہے" اے رسولؐ ہم نے جو کتاب تمہارے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے وہ بالکل ٹھیک ہے

اور جو کچھ تمہارے سامنے ہے اس کی تصدیق کرتی ہے۔ بیشک خدا اپنے بندوں سے خوب واقف ہے اور پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے خاص انکو کتاب کا وارث بنایا جنھیں ہم نے منتخب کیا۔" (سورہ فاطر رکوع ۴) پھر ان منتخب اور برگزیدہ جماعۃ کو مخاطب کرکے خداوندعالم فرماتا ہے "و ویسا ہی یعنی مثل کعبہ کے ہم نے تم کو جماعۃ عادل (یا بیچ والی جماعۃ) قرار دیا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسولؐ تمہارے گواہ بنیں۔" (سورہ البقرہ رکوع ۱۷) ائمہ کا حسب نسب اوصاف اور انکی خلقت کی علت بتانے کے بعد کہ اس دنیا میں انکی اطاعۃ سے مومن اور منافق پہچانا جائیگا اور آخرت میں انکی شہادت اور شفاعۃ پر انسان کی مغفرت ہوگی۔ خداوند عالم رسولؐ کو مخاطب کرکے پوچھتا ہے کہ آپ کی امت کی کیا حالت ہوگی جب وہ لوگ امام ہدایت کا ساتھ چھوڑ کر امام نار و ضلالت کا ساتھ دینگے (سورہ النساء رکوع ۶) اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ قیامت کے روز کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔" وہ دن یاد کرو جس دن ہم ہر امت میں سے اُن کے ہمعصر سے ایک گواہ لاوینگے اور اے رسولؐ تم کو ان گواہوں پر گواہ بناوینگے۔" (سورہ النحل رکوع ۱۲) لہٰذا ایک نہ ایک امام ہر زمانہ میں موجود رہنا چاہیئے اور ایک گواہ اور حجۃ ہم لوگوں کے وقت میں ہونا چاہیئے جو ہمارا گواہ اور شفیع ہوگا۔

۱۸۔ سورہ النبا رکوع ۲ میں خدا فرماتا ہے یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا۔ یعنی جس دن جبرئیلؑ اور ملائکہ پرا باندھکر کھڑے ہونگے۔ اس دن کوئی بات نہیں کرسکیگا مگر وہ جسے خدا اجازت دے اور وہ حق بات بولے۔ اس آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادقؑ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ" واللہ شفاعۃ کے واسطے خدا نے ہمیں اجازت دی ہے اور ہم اہلبیت اور خاص لوگوں کے سوا کوئی بغیر اذن سفارش نہ کرسکیگا اور ہم ہی صحیح اور حق بات کہنے والے ہیں۔ کسی نے پوچھا اے فرزند رسولؐ اس وقت آپ کیا بات فرمادیں گے آپ نے فرمایا خدا کی تسبیح اپنے رسولؐ پر صلوات۔ اپنے شیعوں کی سفارش اسی طرح کا امام ہمارے زمانہ میں ہونا چاہیئے۔ یہ امام بقیۃ اللہ ہیں یعنی جس کو خدا نے باقی رکھا ہے جو ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور جب تک خدا کی مرضی ہے زندہ رہیں گے (سورہ

سورہ رکوع ۸) خدا کے مقرر کردہ یعنی منصوص من اللہ امام کی تعریف کرنے اور ان کا پتہ و نشان بتانے کے بعد خداوند عالمیان کی پیروی اور نافرمانی کے نتائج کو بیان کرتا ہے "اُس دن کو یاد کرو جب ہم ہر انسان کو اسکے امام کے ساتھ بلاوینگے۔ پس جن کے داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائیگا وہ خوش خوش اسکو پڑھیں گے اور ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا اور جن لوگوں نے اُن سے اندھاپن کیا ہے وہ آخرت میں بھی اندھے ہوں گے اور گم گشتہ راہ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۸) ظاہر آنکھ رکھنے والے جب قیامت میں اندھے اٹھیں گے تو کہینگے کہ "خداوندا میں تو آنکھ والا تھا آج اندھا کیوں ہوگیا تو جواب ارشاد ہوگا کہ چونکہ جب میری آئتیں تیرے پاس آئیں تو تو انھیں بھلا بیٹھا" (سورہ طٰہٰ رکوع ۷)

غرض امامت جو شیعوں کے اصول دین سے ہے جن کے بغیر انسان مومن نہیں کہا جاسکتا وہ قرآنی آیات سے اس طرح ثابت و واضح ہے کہ اسکے نہ ماننے والے کو خود قرآن اندھا کہتا ہے تواریخ اور احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت علیؑ سے لیکر حضرت حسن عسکریؑ تک گیارہ امام ہوئے۔ اور حضرت حسن عسکریؑ کی وفات ۲۶۰ھ میں ہوئی۔ جن کے صاحبزادے حضرت امام عصر ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۶۰ھ میں اپنے والد بزرگوار کے جانشین ہوئے اور ابتک بمشیئت خلاق عالم زندہ ہیں۔ رسولخدا صلعم کی بیشمار حدیثیں ہیں جنکو مخالف اور موالف دونوں نے نقل کیا ہے کہ حضرت بقیۃ اللہ امام عصر پیدا ہوچکے ہیں اور بعد غیبت طولانی دنیا میں ظاہر ہوکر اسکو عدل و انصاف سے بھر دینگے۔ لہذا ہمارے مخاطب کو ماننا چاہیئے کہ رسولخدا کے وقت کا اسلام اور دین یہی ہے جس کے اصول پانچ ہیں یعنی (۱) توحید (۲) عدل (۳) نبوت یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہوئے جن کے آخر اور افضل محمد ابن عبداللہ ہیں (۴) امامت یعنی بعد رسولخدا صلعم کے بارہ امام ہونگے جن کی اا فرد وفات کرچکی اور بارہویں فرد حضرت حجۃ امام عصر اور بقیۃ اللہ زندہ ہیں جو اس دنیا میں ہماری اصلاح کرتے ہیں اور آخرت میں ہماری شفاعت کرینگے (۵) قیامت۔ اسی اسلام اور دین کی اشاعت میں ہم کو سرگرم رہنا چاہیئے اور ایسی کوشش کرنا چاہیئے کہ دنیا کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارے تک امام عصر علیہ السلام کا نام ہر زبان پر رہے۔

بارہ اماموں کے بیشمار واقعات ہیں جن سے ان حضرات کا فرداً فرداً علم۔ فہم۔ عصمت۔ پاکیزگی بصیرت جس سے کوئی امر پوشیدہ نہیں رہتا اور معجزہ ثابت ہوتا ہے۔ ان واقعات کے بیان کے لئے ہر ایک کیلئے مجلد کتابوں کی ضرورت ہے۔ لہذا اُنکے بیان کی نہ اس رسالہ میں گنجائش ہے اور نہ مجھکو وقت ہے لیکن یہ ضرور کہونگا کہ چونکہ ان واقعات سے قرآن پاک کی آیتوں کی تصدیق ہوتی ہے لہذا یہ سب واقعات صحیح ہیں۔ اور ان واقعات کے انکار سے قرآن پاک کی تکذیب ہوتی ہے کہ اس نے ایسے شخصوں اور اوصاف کا ذکر کیا ہے جن کا وجود نہیں ہے۔ اور ایسا خیال کفر ہے۔ جن کو ان حضرات کے علم و فضل۔ کمالات اور معجزات کی جستجو ہے وہ ان کی سوانح عمری کو ملاحظہ کریں۔ مخالفان امامت کہہ دینگے کہ یہ سب امور واقعات نہیں ہیں بلکہ شیعوں اور امامت کے دلدادوں کی گڑھی ہوئی کہانیاں ہیں۔ لیکن جن لوگوں کی نظر اُن آیات پر ہے جن کو میں نے اس رسالہ میں پیش کیا ہے وہ اعتراف کرینگے کہ کوئی وصف۔ کوئی کمال۔ کوئی فضل رسولخدا صلعم اور آپ کے بعد بارہ اماموں کے متعلق شیعہ ایسا نہیں بیان کرتے جسکا ذکر اور پورا ثبوت قرآن پاک میں نہ ہو۔ لہذا قرآنی شہادت کے انکار کرنے والوں کو میں سورہ لقمٰن کے رکوع ۱ میں جو آیت ہے اسکی طرف متوجہ کرتا ہوں وَاِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ یعنی جب اُس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو گھمنڈ سے منہ پھیر لیتا ہے گویا کہ ان کو سُنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں ٹھیپی ہے تم اے رسولؐ اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری دیدو۔

ان اثنا عشر ائمہ کا کام یہ ہے کہ بندگان خدا کے اعمال اور افعال کے اس دنیا میں ناظر رہیں اور قیامت میں اُن کے گواہ بنیں پس قرآنی آیات کے مطابق ہمارے امام عصر بقیۃ اللہ ہمارے زمانہ میں موجود ہیں اور ہم لوگوں کے اعمال اور افعال پر ناظر ہیں ہم انکو دیکھیں یا نہ دیکھیں ہمارا فرض ہے کہ ایسی رفتار اختیار کریں کہ حضرت کو پسندیدہ ہو اور وہ ہم سے اس دنیا میں راضی رہیں اور آخرت میں ہماری شفاعت فرماویں۔ عجل اللہ فرجہ وسہل اللہ مخرجہ +

اتفاق کی صورت

اہل الرائے اور مدبران اسلام اس کی فرقہ بندی پر آٹھ آٹھ آنسو بہاتے ہیں اور صحیح بہاتے ہیں اسلئے کہ اسلام کی فرقہ بندی نے اس کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ اہل اسلام کا کام دنیا میں روشنی اور تہذیب پھیلانا تھا۔ اب وہ خود جہالت اور نفاق کی تاریکی میں پڑ کر غیروں کی روشنی کے محتاج ہو رہے ہیں۔ لیکن عاریت سے دنیا کا کام نہیں چلتا۔ اور چلتا بھی ہے تو کم اور تکلیف و دقت کے ساتھ۔ بہت بڑا اسباب اس نفاق اور جھگڑے کا رسولخدا صلعم کے بعد خلافہ کا مسئلہ ہے۔ اگر قرآن کی آیات کے ذریعہ سے یہ جھگڑا ختم ہو جاوے تو پھر ہم میں یکجہتی اور اتفاق ہو سکتا ہے اور پھر ہم دنیا کو اپنے کارناموں سے روشن کر سکتے ہیں۔ قرآنی آیات سے میں نے دکھایا ہے کہ رسولخدا صلعم کے بعد ہمارے روحانی پیشوا اور دینی رہنما اور اُخروی شفیع بارہ امام اہلبیت رسول سے ہیں۔ ان کے سوا کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ اپنے کو دینی پیشوا اور مذہبی سردار کہے اور نہ کسی کو حق ہے کہ ان کے سوا کسی دوسرے کو دینی پیشوا اور مذہبی سردار مانیں۔ دیکھئے انگلستان کے مجاہد اور فاتح مثل نلسن۔ لارڈ ویلنگٹن۔ لارڈ کچنر وغیرہ۔ فرانس کا فاتح و شہنشاہ نپولین۔ اور جنرل فوش۔ جرمنی کا شہنشاہ پیٹر اعظم وغیرہ وغیرہ کو ان کے ملک کے لوگ کیا کچھ نہیں مانتے اور کس قدر ان کی عظمت اور عزت کرتے ہیں۔ لیکن کوئی اپنے کسی مجاہد فاتح و شہنشاہ کو نہ ہمسر عیسٰی کہتا ہے اور نہ ہمسر سنٹ پیٹر نہ سنٹ لیوک نہ سنٹ جون وغیرہ کہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان دنیاوی سرداروں کی ہر جگہ عزت ہی عزت ہے۔ اور اُن کے ملک والے جتنا چاہیں انکی تعریف میں مبالغہ کریں کوئی اُن سے نزاع نہیں کرتا۔ لیکن اگر کوئی نلسن کو ہمسر عیسٰے کہے یا نپولین کو ہمسر سنٹ پیٹر کہے یا پیٹر اعظم کو ہمسر لیوک و جون کہے تو دیکھئے کیسی نزاع دنیا میں پھیل جاتی ہے اور سب عیسائی ان بیچاروں کی مذمت کیلئے تیار ہو جاتے ہیں اور عیسائی دنیا میں ایسی آگ لگ جائیگی کہ بجھائے نہ بجھیگی۔ یہی حال ہم مسلمانوں کا ہے کہ قرآن پاک نے جن کو ہمارا دینی پیشوا اور سردار قرار دیا ہے اور جو ہمارے شفیع ہونگے ان کے مقابلہ میں دنیوی بادشاہوں کا ذکر کرتے ہیں

اوران کے ہمسر بلکہ ان سے افضل کہتے ہیں جس کا نتیجہ باہمی جنگ وجدل اور فساد ہے۔ لہٰذا میری استدعا اہل اسلام سے یہ ہے کہ سب فرقہ کے لوگ امام منصوص من اللہ کے تحت میں آجاویں اورانہی کو دینی سردار اور اخروی شفیع سمجھیں اور باقی لوگوں کی انکے کارناموں کے مطابق تعریف کریں اوراس تعریف میں جتنا چاہیں مبالغہ کریں۔ پھر دوسروں کو ان سے جھگڑنے کی ضرورت نہیں رہیگی۔ مثلاً حضرت ذکریاؑ۔ حضرت یحییٰؑ۔ حضرت یوسفؑ۔ حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ حضرت محمد صلعم کو ہم لوگ مانتے ہیں اُن پر ایمان اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ اب نہ کوئی حضرت ذکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کے قاتلوں سے تعرض کرتا ہے۔ نہ حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھانے والوں کو یاد کرتا ہے۔ نہ فرعون کیلئے کوئی جھگڑتا ہے اور نہ عزیز مصر کو کوئی کچھ کہتا ہے۔ ان سب نے جو کیا وہ کیا لیکن انبیاء علیہم السلام کے نام ہر مسلمان کی زبان پہ ہیں۔ اسی طرح اگر ہم بارہ اماموں کو جن کا پتہ ونشان قرآن پاک میں ہے مانیں اوران پر ایمان رکھیں اور حضرت ابوبکر وعمر کو دنیاوی فاتح قرار دیں حضرت عثمان کو ایک بادشاہ مانیں وغیرہ وغیرہ تو پھر کوئی جھگڑا مسلمانوں میں نہیں رہتا۔ کوئی شیعہ اور سُنی اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ بعد رسولخدا صلعم حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے اور اُنکی مخالفت کی وجہ سے جو فسادات اندرونی ہوئے وہ سب فرو ہوئے اور اسلام میں یک گونہ امن قائم ہوا۔ اس اندرونی امن کی وجہ سے حضرت عمر کو بیرونی فتح کا موقع ملا۔ بیت المقدس۔ شام۔ مصر۔ ایران وغیرہ ان کے زمانہ میں فتح ہوا اسی طرح جس خلیفہ کے وقت میں جو کام ہوا وہ سب تواریخ میں مذکور ہے اوران کے ذکر پر نہ کوئی جھگڑا ہوسکتا ہے اور نہ تکرار۔ جس کا جو جی چاہتا ہے ہمایوں۔ بابر۔ اکبر۔ جہانگیر۔ اورنگ زیب وغیرہ کے متعلق تعریف یا مذمت لکھتا ہے۔ لیکن اس سے کوئی فساد نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ کوئی ان بادشاہوں کو دینی پیشوا اور مذہبی سردار نہیں مانتا اور نہ ان کو ہمسر کسی امام کے کہتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی دین کے متعلق ان سے خدمت ہوئی ہے تو اس کو فخریہ ہر شخص بیان کرتا ہے۔ شہنشاہ اکبر کی بے تعصبی اور رواداری شہرۂ آفاق ہے۔ جہانگیر کے دربار میں علماء دین کی جماعت اور انکا اعزاز واکرام قابل مدح ہے۔ اورنگ زیب کی بیداری اور مردم شناسی وقائع نعمت خاں سے ظاہر ہے۔

پس اگر اہل اسلام میں کچھ بھی دور اندیشی ہے تو اس مذہبی جھگڑے کو خیر باد کہیں۔ آیاتِ قرآنی کے تحت میں سب کے سب آجاویں۔ اگر ہمیں صحیح پتہ و نشان مذہبی پیشوا اور دینی رہنما کا نہیں بتا سکا ہوں تو حسب فرمودہ قرآن میری یہ درخواست ہے قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ یعنی کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو تو کتاب خدا سے وہ بات بتاؤ جو زیادہ حق اور ہدایت ہے تاکہ ہم بھی اس کی پیروی کریں۔ (سورہ القصص رکوع ۵) پس جس کو توفیق ہو وہ قرآن پاک کی آیتوں سے اس کا پتہ دیوے جو قیامت میں میرے گواہ ہوں گے جن کے سامنے ہمارا نامۂ اعمال کھولا جائیگا اور جن کی شفاعت سے ہماری بخشائش ہوگی تاکہ اگر صحیح پتہ معلوم ہو جاوے تو سب کے سب الخیر شفیع محشر پر ایمان لاویں اور باہمی جھگڑوں کا خاتمہ کر دیں۔ اور جن کی مذہبی سرداری قرآن سے ثابت نہ ہو اُن کو اپنی خوش اعتقادی اور تعصب سے بزرگانِ دین کا ہمسر کہہ کر خراب سُن جھگڑا نہ پیدا کریں۔ اگر اہل اسلام ہمارے اس مشورے کو قبول کریں گے تو انشاء اللہ دینی اور دنیاوی فلاح حاصل ہوگی اور پھر وہ ایسی ترقی کریں گے کہ ساری دنیا ان کے قدموں کے نیچے ہوگی۔ وما علینا الا البلاغ

امام جعفر صادق ؑ

امام عصر حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ

امام محمد تقی علیہ السلام

امام علی نقی علیہ السلام

امام حسن عسکری علیہ السلام

حسن مجتبیٰ ؑ

علی مرتضیٰ علیہ السلام

محمد مصطفیٰ ؐ

۱۳ مارچ ۱۹۳۵ء — ۷ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ

مذہب شیعہ کی ضروری کتابیں

تحفۃ العوام جدیدی

مصدقہ مولانا سید محمد [illegible] صاحب قبلہ زنگی پوری بعض ضروری چیزوں کا اضافہ ہوا ہے اور حاشیہ پر استخارہ سجادیہ معہ ترجمہ صحیح ہے کاغذ عمدہ سفید چکنا کتابت اردو عربی خوشخط عہ

ذخیرہ مناقب

اول میں صفت بند کاشی معہ ترجمہ اور بعدہ وہ زود اثر مناقب درج ہیں جن کی تلاوت ہر مشکل کی کنجی ہے۔ قیمت بہت کم یعنی صرف دس آنے (۱۰/)

رسالہ سجادیہ

مولوی سجاد حسین صاحب مرحوم نے کتب صحاح ستہ کی احادیث سے خلفائے ثلثہ کے ایمان پر روشنی ڈالکر حقیقت اسلام کو ظاہر کیا ہے۔ قیمت صرف ۱/

سفینۃ الشہداء

مصنف سراج عجم نے ۱۸ جدید مجالس نظم و نثر کو اس خوبی سے ترتیب دیا ہے کہ نثر کے فقرات جوہر آبدار اور نظم کا لفظ لفظ زرنگار ہے قیمت صرف دس آنے (۱۰/)

سفینۃ النجاۃ اردو

نمازہائے حاجت از جناب رسول خدا جناب امیر المومنین جناب سیدۂ عالم جناب جعفر طیار وغیرہ نیز نماز ہائے شکریہ و آیات و منت و قضا و ادعیہ انبیاء و ائمہ۔ قیمت صرف عہ

سوانحعمری امیر مختار

حضرت خامس آل عبا ابن فاطمہ اور اصحاب حسین کے ملعون قاتلوں سے کس کس طرح حضرت امیر مختار نے بدلہ لیا ہے اسکی مکمل خونریز تاریخ قیمت صرف عہ

تاریخ اسلام اردو

ماسٹر شیخ ذاکر حسین صاحب قبلہ دہلوی نے تیس سال اور ڈیڑھ سو عربی فارسی اردو انگریزی تاریخوں سے تین جلدوں میں یہ بیش بہا لاثانی تاریخ لکھی ہے۔ قیمت صرف صہ

حرز المومنین اردو

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد کوئی حاجت شرعیہ آپکی نہیں رہتی اور ہر دعا مشروع باب اجابت سے کرائی ہے عمدہ کاغذ اور نہایت خوشخط۔ قیمت صرف عہ

تصویر غالب و مغلوب

فرقہ باطلہ کی خلافت غیر مصدوقہ کا تار تار الگ الگ کر کے جناب منشی سید سجاد حسین صاحب مرحوم مناظر شیعہ نے دکھایا ہے کہ خلافت حقیقت میں کیا ہے۔ قیمت صرف ۸/

دہلی سے جب کوئی کتاب منگانی ہو تو "مطبع یوسفی دہلی" کو لکھئے